تدبرِ قرآن

۱۳

الرعد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ا۔ سورہ کا عمود

یہ سورہ سورۂ یوسفؑ کے توام اور اس کے جوڑے کی حیثیت رکھتی ہے۔ دونوں کے عمود میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ قرآن کے نزول نے حق و باطل کے درمیان جو کشمکش برپا کردی تھی، انجام کار کی کامیابی اس میں جس گروہ کو حاصل ہونے والی تھی اس کو اس میں نمایاں فرمایا ہے۔ یہی حقیقت سورۂ یوسف میں بھی واضح کی گئی ہے، البتہ دونوں سورتوں میں طریقِ استدلال الگ الگ ہے۔ سورۂ یوسف میں حضرت یوسف کی زندگی کے حالات و واقعات سے اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے اور اس سورہ میں عقل و فطرت کے دلائل سے آیات ۱ء ۲۲ سے اس سورہ کے عمود پر روشنی پڑتی ہے۔

ب۔ سورہ کے مطالب کا تجزیہ

یہ سورہ اپنے مطالب کے اعتبار سے تمام تر مکّی ہے۔ بعض مصاحف میں اس پر مدنی لکھا گیا ہے، جس کی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ ہمارے نزدیک پوری سورہ کا مدنی ہونا تو الگ رہا اس کی کوئی ایک آیت بھی مدنی نہیں ہے۔

اب ہم اختصار کے ساتھ سورہ کے مطالب کا تجزیہ بھی کیے دیتے ہیں تاکہ پوری سورہ پر ایک اجمالی نظر پڑ جائے۔

(۱) تمہید جس میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ یہ کتاب الٰہی کی آیات ہیں، ہوائی باتیں نہیں ہیں، ان کی ہر بات ایک حقیقت ہے اور جن باتوں کی یہ خبر دے رہی ہیں وہ سب پوری ہو کر رہیں گی لیکن اکثر لوگ اپنی ضد پر اڑے ہی رہیں گے، اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔

(۲ - ۴) کائنات کی ان نشانیوں کی طرف اشارہ جن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ پورا کارخانہ ایک ہی مدبّر کی تدبیر و حکمت سے چل رہا ہے۔ اس میں ربوبیت کا وسیع نظام ہے جو اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ اس کو بنانے والے نے کوئی کھیل تماشا نہیں بنایا ہے بلکہ اس کے پیچھے ایک عظیم مقصد ہے جو ظہور میں آ کے رہے گا۔ اس کے ہر گوشہ میں کثرت کے اندر وحدت اور اختلاف کے اندر سازگاری کی ایسی نشانیاں موجود ہیں جو صاف شہادت دے رہی ہیں کہ اس پورے کارخانہ پر ایک ہی خالق و مالک کا ارادہ اور تصرف کارفرما ہے۔

(۵ - ۶) منکرین قیامت کے اس تعجب پر تعجب کہ وہ مر جانے اور سڑ گل جانے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کو نہایت عجیب بات سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ تعجب درحقیقت خدا کے انکار کے ہم معنی ہے۔ ان لوگوں کی گردنوں میں

طوق پڑے ہوئے ہیں ۔ نہ یہ آسمان کی نشانیاں دیکھنے کے لیے اپنی آنکھیں اٹھا سکتے ہیں اور نہ یہ زمین کی نشانیاں دیکھنے کے لیے ان کو جھکا سکتے ہیں ۔ یہ توبہ سے پہلے عذاب کے لیے جلدی مچائے ہوئے ہیں حالانکہ تاریخ کے اندر ان کے لیے کافی سبق موجود ہے ۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ وہ لوگوں کو ان کی سرکشی کے باوجود مہلت دیتا ہے لیکن وہ سخت پاداش والا بھی ہے، جب وہ پکڑے گا تو کوئی اس کی پکڑ سے نہ بچ سکے گا۔

(۷ - ۱۱) کفار کی طرف سے کسی نشانیٔ عذاب کا مطالبہ اور اس کا جواب ۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی کہ تم پر ذمہ داری صرف لوگوں کو عذاب سے ہوشیار کر دینے کی ہے، عذاب کا لانا یا اس کا وقت مقرر کرنا تمھاری ذمہ داری نہیں ہے ۔ سنت الٰہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قوم کی طرف انذار اور بشارت کے لیے اپنا ایک رسول بھیجتا ہے ۔ اگر قوم اس کی تکذیب کر دیتی ہے تو وہ لازماً تباہ کر دی جاتی ہے ۔ رہا یہ سوال کہ عذاب کب اور کس شکل میں آئے گا تو اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے ۔ ایک حاملہ یہ تو جانتی ہے کہ اس کے پیٹ میں بچہ ہے اور وہ اس کو جنے گی لیکن اس بات کا علم صرف اللہ ہی کو ہے وہ کب جنے گی اور کیا جنے گی۔

لوگوں کو مخاطب کر کے یہ دھمکی کہ تم میں سے ایک ایک کی ہر بات، خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ اور ہر شخص، خواہ وہ شب کے پردوں میں چھپا ہوا ہو یا روز روشن میں مصروف عمل ہو، اللہ کے علم میں ہے ۔ اللہ کے مقرر کیے ہوئے فرشتے اس کی نگرانی کر رہے ہیں، وہ ان کو جب چاہے گا اور جہاں سے چاہے گا پکڑ لے گا ۔ سنت الٰہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اپنی نظر عنایت سے محروم نہیں کرتا جب تک وہ قوم خود اپنی روش بگاڑ نہ لے ۔ ہاں جب قوم اپنی روش بگاڑ لیتی ہے تو اللہ کی طرف سے اس پر وہ عذاب آتا ہے جس کو کوئی بھی دفع نہیں کر سکتا۔

(۱۲ - ۱۳) عذاب کی بعض نشانیوں کی طرف اشارہ جو آئے دن لوگوں کے مشاہدے میں آتی رہتی ہیں ۔ مثلاً بجلی اور کڑک دمک کی نشانی ۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے ایک کڑک سے سب کو فنا کر دے ۔ اس کی طاقت بے پناہ ہے۔

(۱۴ - ۱۶) خدا کے سوا کسی دوسرے کو پکارنا سراب کو پانی سمجھ کر اس کے پیچھے بھاگنا ہے ۔ یہ خیالی شرکاء و شفعاء کہیں کام آنے والے نہیں ہیں ۔ ان کو پکارنا محض صدا بصحرا ہے ۔ اس کائنات میں ہر چیز اپنے وجود سے خدا کی توحید کی شہادت دے رہی ہے ۔ جن کی گردنیں خدا سے اکڑی ہوئی رہتی ہیں ان کے جسموں کا بھی سایہ خدا ہی کے آگے سجدہ ریز ہوتا ہے ۔ ان کو پکارنے سے کچھ حاصل نہیں جو خود اپنے لیے کسی نفع و ضرر پر کوئی اختیار نہیں رکھتے ۔ شرک خدا کے عدل و حکمت کی نفی ہے ۔ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ایک یکہ و تنہا سب کو اپنے کنٹرول میں رکھنے والا ہے۔

(۱۷) اس کائنات کی بعض نشانیوں کی طرف اشارہ جن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس کا خالق و صانع ہر گوشہ میں نافع کو باقی رکھتا اور غیر نافع کو چھانٹتا رہتا ہے ۔ یہ اس بات کی شہادت ہے کہ وہ حق و باطل کی اس کشمکش میں بھی جو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوت اور قرآن کے نزول سے برپا ہوئی ہے باطل کو مٹا دے گا اور حق

کا بول بالا کرے گا۔

(۱۸-۲۵) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرکے اللہ کے راستہ پر چل کھڑے ہونے والوں کے لیے انجام کار کی کامیابی کی بشارت اور اس دعوت کی مخالفت و مزاحمت کرنے والوں پر اللہ کی لعنت۔

(۲۶) اس شبہ کا جواب کہ اگر اللہ کی تمام عنایتوں کے حق دار صرف اہل ایمان ہی ہیں تو وہ لوگ کیوں رزق و فضل کے مالک بنے بیٹھے ہیں جو رات دن اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت و مزاحمت میں سرگرم ہیں۔

(۲۷-۳۲) کفار کی طرف سے کسی معجزہ کا مطالبہ اور اس کا جواب۔ دلوں کو مطمئن کرنے والی چیز اللہ اور اس کی صفات کی یاد داشت اور اس میں غور و فکر ہے نہ کہ کوئی معجزہ۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی کہ تمھیں وہی کچھ پیش آ رہا ہے جو تم سے پہلے نبیوں اور رسولوں کو پیش آ چکا ہے تو تم خدا کی وحی کی ہوئی کتاب ان کو سنا دو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ مسلمانوں کو یہ تسلی کہ یہ نہ خیال کرو کہ اگر ان کو کوئی معجزہ دکھا دیا گیا تو یہ مان لیں گے۔ اگر کوئی ایسا قرآن بھی ان کے لیے اتار دیا جائے جس سے پہاڑ چلنے لگیں، زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے یا مردے بولنے لگ جائیں جب بھی یہ اپنی ہٹ سے باز آنے والے نہیں ہیں۔ اہل ایمان کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ نے ایمان کے معاملے میں جبر کو پسند نہیں فرمایا ہے، اگر وہ جبر کو پسند کرتا تو سب کو ہدایت کے راستہ پر چلا دیتا۔ عذاب کی نشانیاں ان پر یا ان کے قرب و جوار میں ظاہر ہوتی رہیں گی یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ کن عذاب آ جائے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی کہ جس طرح یہ لوگ تمھارا مذاق اڑا رہے ہیں اسی طرح تم سے پہلے آنے والے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا، بالآخر خدا کا عذاب نمودار ہوا اور ان مذاق اڑانے والوں کا فیصلہ کر دیا گیا۔

(۳۳-۳۵) شرک اور شرکاء کی نفی۔ شرکاء و شفعاء کا کوئی وجود نہیں۔ یہ محض من گھڑت باتیں ہیں۔ اس فریب نفس میں مبتلا ہو کر جنھوں نے اللہ کے راستہ سے منہ موڑا وہ اس دنیا میں بھی خدا کے عذاب سے دوچار ہوں گے اور آخرت کا عذاب تو اس سے کہیں سخت ہو گا۔ کوئی شریک و شفیع وہاں ان کو بچانے کے لیے نہیں اٹھے گا۔ جنت کی ابدی نعمتیں صرف ان لوگوں کا حصہ ہوں گی جو خدا سے ڈرنے والے ہیں۔

(۳۶-۳۷) اہل کتاب کے دو گروہوں کا حوالہ جن میں سے ایک حق پر قائم تھا اس وجہ سے اس نے قرآن کا پوری خوش دلی سے خیر مقدم کیا اور دوسرا اپنی ایجاد کردہ بدعات میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس کا مخالف بن گیا۔ ان کے سامنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان حق اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تنبیہ کہ حق کے واضح ہو چکنے کے بعد اگر تم نے ان کی بدعات کی پیروی کی تو تمھیں خدا کی پکڑ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔

(۳۸-۴۳) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مخالفین کے اعتراضات و مطالبات کے مقابل میں تسلی کہ تم سے پہلے جو رسول آئے وہ بھی کوئی فرشتے یا آسمانی مخلوق نہیں تھے بلکہ تمھاری ہی طرح بشر اور بیویاں رکھنے والے لوگ تھے، انھوں نے جو معجزے بھی دکھائے وہ اللہ کے حکم سے دکھائے، اپنے اختیار سے نہیں دکھائے۔ تم ان لوگوں کو

جن باتوں سے ڈرا رہے ہو ہو سکتا ہے کہ ہم تمہاری زندگی ہی میں ان میں سے بعض چیزوں کو دکھا دیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم تمھیں وفات دیں اور اس کے بعد ان سے مواخذہ کریں۔ یہ لوگ اگر آنکھیں کھول کر دیکھیں تو انھیں یہ چیز نظر آسکتی ہے کہ ہم ان کے اطراف سے بالتدریج ان کی طرف بڑھ رہے ہیں اور عنقریب ان کو اپنے گھیرے میں لیا چاہتے ہیں۔ اس وقت انھیں پتہ چل جائے گا کہ انجام کار کی کامیابی کس کا حصہ ہے۔ اگر یہ لوگ تمھیں رسول نہیں مانتے تو تم ان سے کہہ دو کہ میرے اور تمھارے درمیان گواہی کے لیے اللہ اور اللہ کے وہ بندے کافی ہیں جن کے پاس اللہ کی کتاب کا علم ہے۔

سُوْرَةُ الرَّعْدِ (١٣)

مَكِّيَّةٌ —— اٰيَاتُهَا ٤٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ آيات ١-١٣
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ١ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ
عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ
يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ
تُوْقِنُوْنَ ٢ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَ
مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ٣ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ
مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫
وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّعْقِلُوْنَ ٤ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ
خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ
اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ٥ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ

بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ
لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۶﴾ وَ
يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ
وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿۷﴾ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ ع
الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ﴿۸﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ
الشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ﴿۹﴾ سَوَاۗءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ
جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ
مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ
مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْۗءًا فَلَا
مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ
خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ
بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا
مَنْ يَّشَاۗءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾

ترجمہ آیات ۱-۱۳ یہ الف، لام، میم، را ہے۔ یہ کتاب الٰہی کی آیات ہیں اور جو چیز تمہاری طرف تمہارے
خداوند کی طرف سے اتاری گئی ہے حق ہے لیکن اکثر لوگ نہیں مان رہے ہیں۔ ۱

اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بغیر ایسے ستونوں کے جو تمہیں نظر آئیں۔ پھر وہ اپنے عرش
پر متمکن ہوا اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا۔ ان میں سے ہر ایک ایک وقت معین کے لیے
گردش کرتا ہے۔ وہی کائنات کا انتظام فرماتا ہے اور اپنی نشانیوں کی وضاحت کرتا ہے تاکہ تم اپنے

رب کی ملاقات کا یقین کرو۔ ۲

اور وہی ہے جس نے زمین کو بچھایا اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے اور ہر قسم کے پھلوں کی دو دو قسمیں اس میں پیدا کیں۔ وہ رات کو دن پر اڑھا دیتا ہے۔ بے شک ان چیزوں کے اندر ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور کریں۔ ۳

اور زمین میں پاس پاس کے قطعے ہیں، انگوروں کے باغ ہیں، کھیتی ہے اور کھجوریں ہیں۔ جڑواں بھی ہیں اور اکہرے بھی۔ سب ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں لیکن ہم پیداوار میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دے دیتے ہیں۔ بے شک اس کے اندر نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیں۔ ۴

اور اگر تم تعجب کرو تو تعجب کے قابل ان کی یہ بات ہے کہ، کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو ہم از سر نو وجود میں آئیں گے! یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کا انکار کیا، یہی لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق پڑے ہوتے ہیں اور یہی لوگ اہل دوزخ ہیں، یہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔ ۵

اور یہ لوگ خیر سے پہلے شر کے لیے تم سے جلدی مچائے ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان سے پہلے عقوبت کی مثالیں گزر چکی ہیں۔ تمھارا رب لوگوں کی زیادتیوں کے باوجود ان سے درگزر کرنے والا بھی ہے، اور تیرا رب سخت سزا دینے والا بھی ہے۔ ۶

اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟ تم تو بس ایک آگاہ کر دینے والے ہو اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے ہر مادہ کے حمل کو اور جو کچھ رحموں میں گھٹتا اور بڑھتا ہے اس کو بھی اور ہر چیز اس کے ہاں ایک اندازہ کے مطابق ہے۔ وہ غائب و حاضر سب کا جاننے والا، عظیم اور عالی شان ہے۔ اس کے علم میں یکساں ہیں تم میں سے وہ جو بات کو چپکے سے کہیں اور وہ جو بلند آواز سے کہیں اور جو شب کی تاریکی میں

چھپے ہوئے ہوں اور جو دن کی روشنی میں نقل و حرکت کر رہے ہوں سب ان پر ان کے آگے اور پیچھے سے امرِ الٰہی کے مؤکل لگے رہتے ہیں جو باری باری سے ان کی نگرانی کرتے ہیں۔ اللہ کسی قوم کے ساتھ اپنا معاملہ اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی روش میں تبدیلی نہ کرے اور جب اللہ کسی قوم پر کوئی آفت لانے کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتی اور ان کا اس کے مقابل میں کوئی بھی مددگار نہیں بن سکتا۔ ۷-۱۱

وہی دکھاتا ہے تمہیں بجلی جو خوف بھی پیدا کرتی ہے اور امید بھی اور ابھارتا ہے بوجھل بادلوں کو اور بجلی کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے ڈر سے اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بھیجتا ہے بجلی کے کڑکے اور ان کو نازل کر دیتا ہے جن پر چاہتا ہے اور وہ خدا کے باب میں جھگڑتے ہی ہوتے ہیں اور وہ بڑی ہی زبردست قوت والا ہے۔ ۱۱-۱۳

۱- الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

الٓمّٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۱)

حروفِ مقطعات پر تفصیلی بحث بقرہ کے شروع میں گزر چکی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ سورتوں کے نام ہیں۔ یہاں مبتدا محذوف ہے یعنی هٰذِهٖ الٓمّٓرٰ، یہ الٓمّٓرٰ ہے۔

اظہارِ احسان اور انذار بیک وقت دونوں

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ: لفظ 'اَلْكِتٰبِ' پر تفصیلی بحث بقرہ کی پہلی آیات کے تحت گزر چکی ہے۔ اس سے مراد وہ موعود و منتظر کتابِ الٰہی ہے جس کو آخری صحیفۂ ہدایت کی حیثیت سے اتارنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ سے وعدہ فرمایا تھا۔ 'تِلْكَ' کا اشارہ 'الٓمّٓرٰ' کی طرف ہے۔ یعنی یہ سورہ موعود و منتظر کتابِ الٰہی کی آیات پر مشتمل ہے۔ اس فقرے میں بیک وقت اظہارِ احسان بھی ہے اور دھمکی بھی۔ احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ عظیم نعمت، جس کا اس نے اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ سے وعدہ فرمایا تھا، اتار دی ہے۔ اب یہ لوگوں کا فرض ہے کہ اس کی صدقِ دل سے قدر کریں اور اس کی برکتوں سے متمتع ہوں۔ دھمکی کا پہلو یہ ہے کہ یہ کتابِ الٰہی کی آیات ہیں تو جو لوگ ان کی قدر کرنے کے بجائے ان کا مذاق اڑائیں گے اور ان

کی مخالفت میں اپنا زور صرف کریں گے وہ خود سوچ لیں کہ وہ اپنے لیے کس شامت کو دعوت دے رہے ہیں۔

وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۱

پیغمبر صلعم کو تسلی

یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ کتاب جو تم پر تمہارے رب کی جانب سے اتاری گئی ہے اس کی ایک ایک بات حق ہے۔ اس کا ہر دعویٰ ثابت، مدلل اور مبرہن ہے اور اس کی ہر چیز شدنی ہے۔ اس میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جس سے اختلاف کیا جا سکے، یہ لوگوں کی اپنی محرومی و بدقسمتی ہے کہ ان کی اکثریت اس کو قبول نہیں کر رہی ہے۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَھَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ (۲)

خدا کی عظیم قدرت و حکمت کی طرف ایک اشارہ

"رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَھَا" عَمَد، عمود کی بھی جمع ہے اور عماد کی بھی اور "تَرَوْنَھَا" اس کی صفت ہے۔ یعنی خدا نے آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر کھڑا کیا ہے جو تمہیں نظر آئیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت و حکمت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اس نے یہ عظیم شامیانہ جذب و کشش کے ایسے ستونوں پر کھڑا کیا ہے جن کو دیکھنے سے تمہاری نگاہیں قاصر ہیں۔

"ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ" یعنی وہ ان کو پیدا کر کے کہیں کسی گوشے میں نہیں جا بیٹھا ہے جیسا کہ مشرکین گمان کرتے ہیں، بلکہ وہ اپنے عرش اقتدار پر متمکن ہے اور اس پوری کائنات پر فرماں روائی کر رہا ہے۔

"وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی" یہ دو بڑی نشانیاں۔ سورج اور چاند۔ اپنے وجود سے شہادت دے رہی ہیں کہ ہر چیز ہر وقت، خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ مجال نہیں ہے کہ کوئی چیز اپنے معین مدار سے بال برابر ادھر ادھر ہو سکے۔ سورج اور چاند کے طلوع و غروب کے لیے جو اوقات مقرر کر دیے گئے ہیں وہ ٹھیک ٹھیک اسی نظام الاوقات کی پابندی کرتے ہیں، اس میں منٹ اور سکنڈ کا بھی کبھی کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

"یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ" یعنی ان نشانیوں سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ خدا ہی تمام کائنات کا انتظام فرما رہا ہے اور ساتھ ہی وہ ان نشانیوں کے تمام مضمرات بھی واضح فرما رہا ہے تاکہ تم اس بات کا یقین کرو کہ جس طرح ہر چیز کے لیے ایک اجل معین ہے اسی طرح تمہارے لیے بھی ایک اجل معین ہے۔ بالآخر تمہیں ایک دن خدا کی طرف لوٹنا اور اس سے ملنا ہے۔

وَھُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْھَا رَوَاسِیَ وَاَنْھٰرًا ؕ وَمِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْھَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (۳)

آسمان کے بعد زمین کی نشانیوں کی طرف اشارہ

آسمان کی نشانیوں کے بعد یہ زمین کی نشانیوں کی طرف توجہ دلائی کہ جس طرح آسمان کی نشانیوں سے اس کے خلق و تدبیر، اس کی قدرت و حکمت اور اس کی وحدت و یکتائی کی شانیں ظاہر ہوتی ہیں اسی طرح زمین کے چپے چپے

سے بھی اس کی ان صفات کی شہادت مل رہی ہے بشرطیکہ سوچنے والے دل اور غور کرنے والی عقلیں ہوں۔ دریا اور پہاڑ بظاہر اپنے مزاج کے اعتبار سے ایک دوسرے سے کتنے مختلف ہیں لیکن خدا نے اپنی قدرت و حکمت سے ان کے اندر ایسی سازگاری پیدا کر رکھی ہے کہ پتھروں کے اندر سے پانی کے چشمے جاری کر دیے ہیں۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ آپ سے آپ وجود میں آ گئے ہیں اور ان پر الگ الگ دیوتاؤں کی خدائی ہے یا اس بات کا ثبوت ہے کہ ایک ہی قادر و توانا حکیم نے یہ تمام اضداد پیدا کیے اور پھر اپنی بے پایاں حکمت سے ان میں حیرت انگیز سازگاری پیدا کر دی کہ ان میں زوجین کا سا توافق پیدا ہو گیا ہے۔

آسمان و زمین کی نشانیوں کی شہادت

اس کائنات کے ہر گوشہ میں، ہر چیز، آسمان اور زمین، سورج اور چاند، شب اور روز کے اندر جس طرح کا تضاد اور پھر ساتھ ہی جس طرح کا توافق پایا جاتا ہے۔ وہ صاف صاف شہادت دے رہا ہے کہ یہ کائنات مختلف الاغراض دیوتاؤں کی رزم گاہ نہیں ہے بلکہ اس پر ایک ہی قادر و قیوم کا ارادہ کارفرما ہے۔

تضاد اور توافق کے قانون کی ہمہ گیری

'مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ' کے الفاظ سے تضاد اور توافق کے اس قانون کی ہمہ گیری کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جس طرح شب اور روز کے اندر یہ قانون کارفرما ہے اسی طرح ایک ایک پھل اور ایک ایک دانے کے اندر کارفرما ہے، خواہ انسان کو اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ گندم کے ایک دانے کو بھی دیکھیے تو وہ بھی دو حصوں میں تقسیم نظر آتا ہے۔ تاہم دونوں میں پوری وابستگی اور پیوستگی پائی جاتی ہے ــــــ کائنات کے ہر گوشہ کی یہ شہادت اس امر کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ یہ دنیا بھی تنہا نہیں ہے بلکہ اس کا بھی جوڑا ہے اور وہ ہے آخرت۔ اپنے اسی جوڑے کے ساتھ مل کر ہی یہ اپنی غایت کو پہنچتی ہے ورنہ اس کا وجود بالکل بے مقصد اور بے غایت ہو کے رہ جاتا ہے۔

نشانیاں صرف اہل حق کے لیے کارآمد ہیں

'إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ' یعنی ان چیزوں کے اندر خدا کے خلق و تدبیر، اس کی قدرت و حکمت، اس کی توحید اور آخرت کی بہت سی نشانیاں ہیں لیکن ان نشانیوں تک انہی لوگوں کی عقلیں پہنچتی ہیں جو ان پر غور کرتے ہیں اور ان سے جو رہنمائی حاصل ہوتی ہے اس کو حرز جاں بناتے ہیں۔ بے فکر اور لاابالی لوگ ان چیزوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ (۳)

وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (۴)

زمین کی نشانیوں کے ایک اور پہلو کی طرف اشارہ

یہ زمین کی نشانیوں کے ایک اور پہلو کی طرف توجہ دلائی کہ دیکھتے ہو کہ زمین کے بالکل پاس پاس کے قطعے ہیں، بعض میں انگور کے باغ ہیں، بعض میں کھیتیاں ہیں، بعض میں کھجوریں ہیں، جن میں بعض کے تنے اکہرے ہیں، بعض کے دوہرے ــ ٹکڑے پاس پاس کے ہیں، سیراب سب ایک ہی پانی سے ہوتے ہیں، لیکن پیداوار کی مقدار میں فرق ہو جاتا ہے، کسی کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے کسی کی کم، مزے میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے، کسی کا مزا معیار پر ہوتا ہے کسی کا معیار سے اترا ہوا، درختوں کی نشو و نما میں بھی بڑا فرق ہوتا ہے، کہیں ایک

ہی جڑ سے کئی کئی تنے پھوٹ نکلے ہیں، کہیں ایک ہی تنہ نکلا ہے۔ یہ صورتِ حال اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ یہ سب کچھ آپ سے آپ ہو رہا ہے اور نیچر کا ایک اندھا بہرہ قانون سب پر مسلط ہے یا اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ ایک ہی خدائے علیم و حکیم اس پورے نظامِ کائنات کو اپنی نگرانی میں چلا رہا ہے اور سارے عالمِ اسباب پر تنہا اسی کی حکمرانی ہے اور وہ اپنی حکمت کے تحت اس کے ذرے ذرے پر تصرف فرما رہا ہے۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۵)

تعجب کی اصل بات

یعنی خدا کی قدرت و حکمت اور اس کے خلق و تدبیر کی ان نشانیوں کی موجودگی میں جن کا ذکر اوپر ہوا، تعجب کرنے کی بات وہ نہیں ہے جس سے تم (خطاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے) لوگوں کو آگاہ کر رہے ہو کہ مرنے کے بعد اٹھنا اور خدا کے حضور حساب کتاب کے لیے حاضر ہونا ہے بلکہ تعجب کے قابل خود ان لوگوں کا یہ تعجب ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ جب ہم سڑگل کر خاک ہو جائیں گے تو کیا از سرِ نو زندہ کیے جائیں گے۔

خدا کو ماننے کا صحیح مفہوم

'اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ' فرمایا کہ اپنے رب کے اصلی منکر درحقیقت یہ لوگ ہیں۔ خدا کو ماننے کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ کوئی شخص یہ مان لے کہ خدا ہے بلکہ اس کو اس کی صفات اور اس کے حقوق کے ساتھ ماننا ضروری ہے، اگر کوئی شخص خدا کا اقرار کرتا ہے لیکن اس کی بدیہی اور لازمی صفات یا ان سے عاید شدہ حقوق و لوازم کا منکر ہے تو وہ اپنے اقرار کے باوجود مومن نہیں بلکہ کافر ہے۔ خدا کی میزان میں اس کے اس اقرار کا کوئی وزن نہیں ہے۔ خدا کسی کے ماننے کا محتاج نہیں ہے بلکہ لوگ اس کے ماننے کے محتاج ہیں اور یہ چیز اس کو صحیح طور پر ماننے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

منکرین کے انکار کی اصل علت

'اُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ' مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی گردنوں میں کبر و انانیت، خود پرستی، تقلیدِ اعمیٰ اور جمود کے طوق پڑے ہوئے ہیں۔ یہ طوق نہ ان کی گردنیں اوپر کی طرف اٹھنے دیتے ہیں کہ یہ آسمان کی ان نشانیوں پر غور کر سکیں جن کی طرف قرآن نے آیت ۲ میں اشارہ فرمایا ہے اور نہ زمین کی ان نشانیوں کی طرف جھکنے دیتے جن کا حوالہ آیات ۳-۴ میں ہے۔ نتیجہ اس اندھے پن کا یہ ہے کہ یہ دوزخ میں پڑیں گے اور اسی میں ہمیشہ سڑیں گے۔ اس حقیقت کو سورۂ یٰسین میں یوں واضح فرمایا ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ (۸)

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ (۶)

عاقل وہ ہے جو دوسروں سے سبق حاصل کرے

'مثلت'، 'مَثُلَة' کی جمع ہے۔ اس کے معنی عقوبت اور عبرت انگیز عذاب کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ توبہ اور اصلاح سے پہلے کسی آفت اور عذاب کے منتظر ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب ہم اس عذاب کی کوئی نشانی دیکھ لیں گے جس سے پیغمبر ڈرا رہے ہیں، تب ہم ان کی بات مانیں گے۔ حالانکہ عاقل وہ ہے جو دوسروں سے سبق

قوموں کی تاریخ میں نشانِ عبرت

حاصل کرے۔ ان سے پہلے کتنی قومیں گزر چکی ہیں جنھوں نے انھیں کی طرح اپنے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی اور بالآخر کیفرِ کردار کو پہنچیں۔ ان کی سرگزشتیں ان کو سنائی بھی جا رہی ہیں۔ کیا ان کے اندر ان کے لیے درسِ عبرت موجود نہیں ہے؟ یہ تو اللہ کی عنایت ہے کہ وہ لوگوں کو ان کے کفر و شرک کے باوجود توبہ اور اصلاح کی طویل مہلت دیتا ہے لیکن اس مہلت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ اس کے گزر جانے کے بعد جب وہ پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ بھی بڑی ہی سخت ہوتی ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (۷)

مطالبۂ عذاب کا جواب

'آیت' سے مراد یہاں کوئی نشانیٔ عذاب ہے۔ اوپر والی آیت میں جس عذاب کے لیے عجلت کا ذکر ہے یہ اسی کی طرف اشارہ ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر ہمیں جس عذاب کے ڈراوے ہر وقت سنا رہے ہیں آخر اس کی کوئی نشانی یہ کیوں نہیں دکھاتے؟ فرمایا کہ تمھارا کام صرف لوگوں کو اس عذاب سے خبردار کر دینا ہے، اس کی کوئی نشانی دکھانا یا اس عذاب کو لا دینا تمھارا کام نہیں ہے۔ یہ ہمارا کام ہے۔ تم اپنا کام کرو اور ہمارا کام ہم پر چھوڑو۔ ان کی بکواسوں کی پروا مت کرو۔ 'وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ' میں اس سنتِ الٰہی کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو سزا دینے سے پہلے اس کو انذار و تنبیہ فرماتا ہے چنانچہ ان کے انذار کے لیے خدا نے تمھیں ہادی بنا کر بھیج دیا ہے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اگر انھوں نے تمھاری ہدایت قبول نہ کی تو اب اس کے بعد ان کے لیے عذاب ہی کا مرحلہ باقی رہ جاتا ہے۔

اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنثَىٰ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۖ وَكُلُّ شَيْءٍ عِندَهُ بِمِقْدَارٍ (۸)

یعنی ایک بات جو ایک امرِ واقعی اور شدنی ہے اس میں اس بنیاد پر کوئی شبہ قائم کرنا کہ تم اس کا وقت معین طور پر نہیں بتا سکتے یا ان کے مطالبے پر اس کو دکھا نہیں سکتے، کوئی معقول بات نہیں ہے۔ ایک عورت حاملہ ہوتی ہے، اس کے رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی، اس کو صرف اللہ ہی جانتا ہے، اس میں در پردہ جو کمی بیشی واقع ہوتی ہے اس کو بھی اللہ ہی جانتا ہے، اس کے وضع کا ٹھیک ٹھیک وقت بھی اللہ ہی کے علم میں ہوتا ہے۔ ان باتوں کے نہ جاننے سے نہ تو نفسِ حمل کی نفی ہوتی اور نہ کوئی عاقل اس بنیاد پر ایک حاملہ کے حاملہ ہونے سے انکار کرتا ہے۔ یہی مثال ان ظالموں کے لیے عذابِ الٰہی کی ہے۔ انھوں نے اپنے عقاید و اعمال کے فساد کے باعث اس کا حمل قبول کر لیا ہے اور یہ حمل لازماً اپنی مدت کو پہنچ کر ظہور میں آئے گا لیکن کب آئے گا اور کس شکل و صورت میں آئے گا اس کا ٹھیک ٹھیک پتہ صرف اللہ ہی کو ہے، کسی دوسرے کو اس کا علم نہیں ہے۔ 'وَكُلُّ شَيْءٍ عِندَهُ بِمِقْدَارٍ' یعنی اللہ کے ہاں ہر چیز کے لگے بندھے ضابطے، معین پیمانے اور مقرر اوقات ہیں۔ لوگوں کی جلد بازی سے وہ سنتِ الٰہی متغیر نہیں ہوتی جو اس نے ہر چیز کے لیے مقرر کر رکھی ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ (۹)

یہ اوپر والے مضمون کی مزید توضیح و تاکید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کی باتوں، اس کے علم اور اس کے

منصوبوں کو اپنے محدود علم سے ناپنے کی کوشش نہ کرو۔ اس کا علم تمام غائب و حاضر کا احاطہ کیے ہوئے ہے وہ بڑی ہی عظیم ہستی ہے اور اس کی بارگاہ بہت بلند ہے۔ وہ اپنے ارادوں اور اپنی سکیموں کے بھیدوں کو خود ہی جانتا ہے، دوسرے اس میں سے اتنا ہی جان سکتے ہیں، جتنا وہ ظاہر کر دے۔

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ (۱۰)

مطلب یہ کہ دیر سویر کی فکر تو اس کو ہو جس کو اندیشہ ہو کہ ذرا تاخیر ہوئی تو وقت نکل جائے گا اور پھر حریف قابو میں نہ آسکے گا۔ جس کا علم اور جس کی قدرت ہر چیز اور ہر شخص کا اس طرح احاطہ کیے ہوئے ہو کہ اس کا 'سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً' سب اس کے علم میں ہو اور اس کی شب اور اس کے روز کی ہر نقل و حرکت پر اس کو پورا اختیار حاصل ہو وہ پکڑنے میں جلد بازی کیوں کرے؛ وہ جب چاہے گا اور جہاں سے چاہے گا ہر ایک کو پکڑے گا۔ کس کی طاقت ہے کہ اس کے قابو سے باہر نکل سکے یا کہیں اس سے چھپ سکے۔

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْۗءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ (۱۱)

'مُعَقِّبٰتٌ'، یعنی 'اَرْوَاحٌ مُّعَقِّبٰتٌ' مراد اس سے وہ فرشتے ہیں جو باری باری ہر انسان پر خدا کی طرف سے نگرانی کے لیے مقرر ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ 'مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ' بیان کے لیے ہے جس طرح 'قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ' اور بعض دوسری آیات میں ہے۔ یعنی یہ فرشتے یا یہ ارواح اللہ کے امر میں سے ہیں۔

اوپر کے مضمون کی توضیح مزید

یہ آیت اوپر والی آیت کے مضمون کی توضیح مزید ہے۔ یعنی اللہ ہر شخص کے ظاہر و باطن اور اس کے شب و روز سے پوری طرح آگاہ ہے۔ اس نے ہر شخص پر اپنے فرشتے بطور پہرہ دار مقرر کر رکھے ہیں۔ یہ فرشتے اللہ کے امر میں سے ہیں جو ہر وقت ہر شخص کے ہر قول و فعل کی نگرانی کرتے ہیں۔

عذاب کے معاملے میں سنتِ الٰہی

'اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ'۔ اب یہ قوموں کے عذاب کے معاملے میں اصل سنت اللہ کی وضاحت فرما دی کہ اللہ تعالیٰ اپنا معاملہ کسی قوم کے ساتھ اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنی روش میں تبدیلی نہ کر لے۔ جب قوم خود اپنی روش بدل لیتی ہے اور تنبیہ و انذار کے باوجود متنبہ نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس پر وہ عذاب بھیجتا ہے جس کو کوئی طاقت بھی دفع نہیں کر سکتی مطلب یہ ہے کہ عذاب کی نشانیوں کا مطالبہ کرنے کے بجائے اس سنت الٰہی کی روشنی میں اپنے حالات کا جائزہ لو۔ اگر تم نے خود اپنی روش بدل لی ہے تو بس سمجھ لو کہ خدا کا تمھارے ساتھ جو معاملہ اب تک رہا ہے اب اس کے بدلنے میں بھی دیر نہیں ہے اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ جب خدا کسی قوم پر عذاب بھیجنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس قضائے مبرم کو ٹالنے کا یارا کسی میں نہیں ہوتا۔ تمھارے سارے اصنام خیالی اور سارے قلعے اور دمدمے ہوا ہو جائیں گے۔

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۚ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ

وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ (۱۲-۱۳)

آفاق کی بعض نشانیوں کی طرف اشارہ

اب یہ اسی مطالبۂ عذاب کے جواب میں جس کا ذکر اوپر سے چلا آرہا ہے، آفاق کی بعض نشانیوں کی طرف توجہ دلائی ہے کہ نشانیوں کی طلب ہے تو نشانیاں تو روز ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ بجلی چمکتی ہے جو اپنے اندر امید و بیم دونوں کے پہلو رکھتی ہے، وہی بارش کا پیغام بھی بن کر نمودار ہوتی ہے اور اگر اللہ چاہتا ہے تو اسی کو عذاب کا تازیانہ بھی بنا دیتا ہے۔ بادل اٹھتے ہیں جو رحمت کی گھٹا بن کر بھی برستے ہیں اور اگر اللہ چاہتا ہے تو انہی کے اندر سے طوفانِ نوح بھی ابل پڑتا ہے ـــــ ان نشانیوں کے بعد اب کن نشانیوں کے منتظر ہو؟

'وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ' میں حذف کا وہ اسلوب مضمر ہے جس کی طرف ہم ایک سے زیادہ مقامات میں اشارہ کر چکے ہیں کہ بعض مرتبہ متقابل الفاظ قرینہ کی وضاحت کی وجہ سے حذف کر دیے جاتے ہیں۔ اس اسلوب کو کھول دیجیے تو پوری بات گویا یوں ہوگی: وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ مِنْ خِيْفَتِهٖ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ بِحَمْدِهٖ۔ یہ بات بھی ہم دوسرے مقام میں واضح کر چکے ہیں کہ 'تسبیح' میں تنزیہ کا پہلو غالب ہے اور حمد میں صفاتِ حسنیٰ کے اقرار و اعتراف کا۔

یہ اوپر والے مضمون ہی کی توضیح مزید ہے کہ منکرین اور مکذبین کی جسارت کا تو یہ عالم ہے کہ وہ عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور ادھر رعد و برق اور فرشتوں کا حال یہ ہے کہ وہ ہر وقت خوفِ الٰہی سے اس کی تسبیح اور حمد میں مصروف رہتے ہیں کہ معلوم نہیں کس وقت کیا حکم صادر ہو۔ پھر خدا جن پر چاہتا ہے اپنا صاعقۂ عذاب بھیج دیتا ہے اور لوگ خدا کے بارے میں جھگڑنے ہی میں مصروف ہوتے ہیں۔ خدا 'شَدِيْدُ الْمِحَالِ' یعنی بڑی طاقت والا ہے، کسی میں طاقت نہیں کہ اس کے وار کو روک سکے۔

۲- آگے کا مضمون ــــــ آیات ۱۴-۱۶

آگے چند آیات میں یہ حقیقت واضح فرما دی کہ جو لوگ اپنے خیالی معبودوں کے اعتماد پر خدا کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں وہ محض اپنی شامت کو دے رہے ہیں۔ خدا کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے، وہ وحدہٗ لا شریک ہے، نتیجۃً پکارنا صرف خدا ہی کو پکارنا ہے، اس کے سوا دوسروں کو پکارنا محض صدا بصحرا ہے۔ اس روشنی میں آگے کی آیات کی تلاوت فرمائیے۔

آیات ۱۴-۱۶

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ
بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ

وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ
السجدۃ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا
يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ
اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ
فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ
الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ آیات ۱۴-۱۶

حقیقی پکارنا تو صرف اس کو پکارنا ہے، رہے وہ جن کو یہ اس کے سوا پکارتے ہیں تو وہ ان کی کوئی بھی دادرسی نہیں کر سکتے۔ ان کو پکارنا ایسا ہی ہے کہ کوئی اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف بڑھائے کہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے درآنحالیکہ وہ کسی طرح اس کے منہ تک پہنچنے والا نہ ہو۔ ان کافروں کی فریاد محض صدا بصحرا ہوگی۔ ۱۴

اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب خدا ہی کو سجدہ کرتے ہیں، خواہ طوعاً خواہ کرہاً۔ اور ان کے سائے بھی صبح اور شام۔ ان سے پوچھو آسمانوں اور زمین کا مالک کون ہے؟ کہہ دو، اللہ! ان سے پوچھو تو کیا اس کے بعد تم نے اس کے سوا ایسے کارساز بنا رکھے ہیں جو خود اپنی ذات کے لیے بھی نہ کسی نفع پر کوئی اختیار رکھتے اور نہ کسی ضرر پر۔ ان سے پوچھو، کیا اندھے اور بینا دونوں یکساں ہو جائیں گے یا کیا روشنی اور تاریکی دونوں برابر ہو جائے گی! کیا انھوں نے خدا کے ایسے شریک ٹھہرائے ہیں جنھوں نے اسی کی طرح خلق کیا ہے جس کے سبب سے ان کو خلق میں اشتباہ لاحق ہو گیا ہے! بتا دو کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہی ہے اور وہ واحد اور سب پر حاوی ہے۔ ۱۵-۱۶

۴۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (۱۴)

نتیجہ خیز پکارنا صرف خدا کو پکارنا ہے

'لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ' یعنی نتیجہ خیز، نافع اور موجب خیر و برکت پکارنا تو صرف اللہ ہی کو پکارنا ہے اس لیے کہ تمام اختیار و اقتدار اور تمام زور و اثر تنہا اسی کے اختیار میں ہے۔ جو لوگ خدا کے سوا دوسرے معبودوں سے آسرا لگائے بیٹھے ہیں، یہاں تک کہ ان کے بل پر خود خدا کو چیلنج کر رہے ہیں ان کو پکارنا محض صدا بصحرا ہے، اول تو ان کا کوئی وجود ہی نہیں اور اگر وجود ہے بھی تو وہ ان کی مدد کے معاملے میں بالکل بے بس ہیں۔

مشرکوں کی محرومی کی تمثیل

ان کی محرومی و نامرادی کی مثال ایک ایسے پیاسے سے دی ہے جو پیاس کی بے قراری میں اپنے دونوں ہاتھ ایسے پانی کی طرف بڑھائے جو اس کی پہنچ سے باہر ہو۔ جس طرح وہ پیاس سے تڑپتا اور پانی سے محروم رہتا ہے اسی طرح یہ اپنی محرومی پر اپنے سر پٹکیں گے۔ 'وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ' کا ٹھیک مفہوم وہی ہے جس کو ہم اپنے الفاظ میں 'صدا بصحرا' کہتے ہیں۔ یہ گویا 'لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ' کے مضمون کی تعبیر دوسرے اسلوب سے ہے۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (۱۵)

ہر چیز کی تکوینی شہادت

یہ اوپر والے مضمون کی مزید تاکید ہر چیز کی تکوینی شہادت سے فرمائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر چیز اپنے اصل وجود میں خدا ہی کی مطیع و منقاد ہے۔ جن کو کچھ اختیار ملا ہوا ہے اگر وہ اپنے اس اختیار سے غلط فائدہ اٹھا کر اکڑتے بھی ہیں تو وہ بھی اپنے تکوینی وجود میں خدا ہی کے آگے جھکنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ شہادت ہے اس بات کی کہ ہمارا وجود اپنی فطرت سے خدا ہی کا مطیع ہے۔ اگر ہم خدا سے اکڑتے ہیں تو یہ حالت درحقیقت ہماری اپنی اصل جبلت سے بغاوت ہے۔ اس حقیقت کو اس مثال سے واضح فرمایا ہے کہ دیکھو، ہر چیز کا سایہ صبح و شام خدا کے آگے بچھا رہتا ہے اور رات بھر وہ اپنے اس تکوینی سجدہ سے سر نہیں اٹھاتا۔ صبح کو وہ آہستہ آہستہ سر اٹھاتا ہے اور پھر سورج کے زوال کے ساتھ اس پر رکوع و سجود کی وہی حالت طاری ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ مضمون سورۂ نحل کی آیات ۴۸-۴۹ میں بھی بیان ہوا ہے۔ انشاء اللہ وہاں ہم اس کی مزید تفصیل کریں گے۔ یہ دلائل کی ایک خاص قسم ہے جس کو ہم اشارات سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگرچہ منطق کی میزان ان دلائل کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ لگانے سے قاصر ہے لیکن انسانی فطرت کی میزان میں ان دلائل کا بڑا وزن ہے۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ڏ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَ

النُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (۱۶)

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ قُلِ اللّٰهُ ۚ لفظ ‘قُل’ کہو، پوچھو، سوال کرو، جواب دو، سب معنوں میں آتا ہے۔ موقع و محل کی مناسبت پیش نظر رکھ کر اس کا صحیح مفہوم متعین کرنا پڑتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کا مالک اور کائنات کا رب کون ہے؟ پھر فرمایا کہ ان کو بتا دو کہ ان سب کا مالک اور رب خدا ہی ہے۔ ہم دوسرے مقام میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ اہل عرب آسمانوں اور زمین کا خالق و مالک اصلاً اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے تھے لیکن اولیاء اور شرکاء انھوں نے اور بھی بنا لیے تھے جن کی نسبت ان کا گمان یہ تھا کہ یہ خدا کے بڑے چہیتے ہیں، ان کی عبادت خدا کی قربت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ انہی کی عنایت سے تمام دنیوی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں اور اگر آخرت کا کوئی مرحلہ بالفرض پیش آیا تو یہ ان کو بخشوا لیں گے۔

‘قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا’ یعنی جب آسمانوں اور زمین کا مالک وہی ہے تو ان سے پوچھو کہ کس منطق سے انھوں نے خدا کے دوسرے ولی اور کارساز بنا لیے ہیں جن کا حال یہ ہے کہ یہ بے چارے دوسروں کو کوئی نفع پہنچانا یا ان سے کسی ضرر کو دفع کرنا تو الگ رہا خود اپنے کو کوئی نفع پہنچانے یا اپنے اوپر کسی آئی ہوئی مصیبت کو دور کرنے پر بھی قادر نہیں ہیں۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۥ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۥ

‘اعمیٰ’ اور ‘بصیر’ کا مفہوم

‘اَعْمٰى’ اور ‘بَصِيْرٌ’ کے الفاظ یہاں عقلی و اخلاقی اندھوں اور بیناؤں کے مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں۔ اسی طرح ‘ظُلُمٰت’ سے مراد عقلی اور اخلاقی تاریکیاں ہیں اور ‘نُوْر’ سے مراد عقلی و ایمانی روشنی۔ ‘ظُلُمٰت’ کے جمع لانے میں، جب کہ لفظ مقابل ‘نُوْر’ واحد استعمال ہوا ہے، ایک لطیف نکتہ بھی ہے۔ وہ یہ کہ عقلی و اخلاقی مفاسد کے ظہور میں آنے کے راستے اور دروازے مختلف ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں لیکن عقلی و اخلاقی روشنی کا دروازہ ایک ہی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ۔

‘ظلمات’ اور ‘نور’ سے مراد

شرک کی جڑ پر کلہاڑا

اب یہ شرک کی جڑ پر کلہاڑا مارا گیا ہے کہ تم خدا کے شریک مانتے ہو جن کی نسبت تمہارا گمان یہ ہے کہ وہ اپنے پجاریوں کو، خواہ ان کے اعمال و افعال اور عقائد و نظریات کچھ ہوں، خدا کی پکڑ سے بچا لیں گے تو دوسرے لفظوں میں اس کے معنی یہ ہوئے کہ خدا کی نگاہ میں اندھے اور بصیر، اور تاریکی اور روشنی دونوں یکساں ہوئے۔ اس طرح تم نے اس حق و عدل کی بنیاد ہی ڈھا دی جس پر یہ آسمان و زمین قائم ہیں اور جس کی نفی کے بعد یہ سارا عالم ایک اندھیر نگری یا کسی کھلنڈرے کا کھیل بن کے رہ جاتا ہے۔

شرک کس دلیل کی بنا پر؟

‘اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ’ یعنی آخر کس دلیل کی بنا پر انھوں نے خدا کے شریک بنائے ہیں۔ کیا مخلوقات میں کچھ ان کے مزعومہ شرکاء کی پیدا کی ہوئی مخلوقات بھی ہیں جن کے سبب سے ان کو یہ گھپلا پیش آ گیا ہے کہ یہ متعین نہیں کر پا رہے ہیں کہ کس کو خدا کی مخلوق قرار دیں اور کس کو اپنے شرکاء کی۔ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ

شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ' مطلب یہ ہے کہ خالق تو ہر شے کا اللہ ہی ہے اور اس حقیقت سے تمہیں بھی انکار نہیں ہے تو پھر خدا کی خلق میں تم نے دوسروں کو کس دلیل سے شریک بنا کے رکھ دیا۔ لفظ 'قَهَّار' پر دوسرے مقام میں ہم بحث کر چکے ہیں کہ اس کا صحیح مفہوم ہے سب کو اپنے کنٹرول میں رکھنے والا' مطلب یہ ہے کہ وہ خالق بھی ہے اور سب کو اپنے کنٹرول میں رکھنے پر قادر بھی ہے تو ضرورت کیا ہے جس کی بنا پر دوسرے شریکوں کو اس کی خدائی میں شریک مانا جائے۔

۴۔ آگے کا مضمون ـــــ آیات ۱۷-۲۶

آگے اس حقیقت کی مزید وضاحت فرمائی ہے جس کی طرف اوپر اشارہ گزرا کہ شرک سے اس تمام حق و عدل کی بنیاد ہی ڈھے جاتی ہے جس پر اس عالم کا نظام قائم ہے اور جس کی شہادت خود اس کائنات کی فطرت دے رہی ہے۔ نیز اس حقیقت کی طرف بھی نہایت لطیف اشارہ فرمایا کہ قرآن کے نزول نے اس وقت حق و باطل میں جو کشمکش پیدا کر دی ہے وہ بالآخر حق کی فتح پر منتہی ہوگی اور باطل جھاگ کی مانند اڑ جائے گا۔ اس روشنی میں آگے کی آیات کی تلاوت فرمائیے۔

آیات أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ
۱۷-۲۶ زَبَدًا رَابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ
مَتَاعٍ زَبَدٌ مِثْلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ
فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ
وقف النبی علیہ السلام يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ﴿۱۷﴾ لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَالَّذِينَ
لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ
لَافْتَدَوْا بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ
ع ۲/۱۱ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ
أَعْمَىٰ ۚ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ
وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ

وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوٓءَ الْحِسَابِ ﴿٢١﴾ وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ
وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً
وَّيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٢﴾ جَنّٰتُ
عَدْنٍ يَّدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿٢٣﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا
صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٤﴾ وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ
مِيثَاقِهٖ وَيَقْطَعُونَ مَآ أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ أَنْ يُّوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي
الْأَرْضِ أُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوٓءُ الدَّارِ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
فِي الْاٰخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ ﴿٢٦﴾ ع ٣/٩

ترجمۂ آیات ۱۷-۲۶

اس نے آسمان سے پانی برسایا تو وادیاں اپنے اپنے ظرف کے مطابق بہہ نکلیں۔ پھر سیلاب نے ابھرتے جھاگ کو اٹھا لیا اور اسی طرح کا جھاگ ان چیزوں کے اندر سے بھی ابھرتا ہے جن کو یہ زیور یا اسی قسم کی کوئی اور چیز بنانے کے لیے آگ میں تپاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ حق اور باطل کو ٹکراتا ہے تو جھاگ تو بے مصرف ہو کر اڑ جاتا ہے لیکن جو چیز لوگوں کو نفع پہنچانے والی ہوتی ہے وہ زمین میں ٹک جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تمثیلیں بیان کرتا ہے۔ جن لوگوں نے اپنے رب کی دعوت کو لبیک کہا ان کے لیے انجام کار کی فیروزمندی ہے اور جن لوگوں نے اس کی دعوت قبول نہیں کی اگر ان کو وہ سب کچھ حاصل ہو جائے جو زمین میں ہے اور اسی کے برابر اور بھی تو وہ فدیہ میں دے ڈالیں۔ یہی لوگ ہیں جن کا حساب برا اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ کیا ہی برا

ٹھکانا ہے۔ ۱۷-۱۸

تو کیا ہو جاتا ہے کہ جو کچھ تمھارے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے وہ حق ہے وہ اس کے مانند ہو جائے گا جو اندھا ہے۔ یاد دہانی تو اہل عقل ہی حاصل کرتے ہیں۔ جو اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اپنے پیمان کو توڑتے نہیں۔ اور جو اس چیز کو جوڑتے ہیں جس کو اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے اور سخت حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کی رضا جوئی میں ثابت قدم رہے اور جنھوں نے نماز کا اہتمام رکھا اور جو کچھ ہم نے ان کو بخشا اس میں سے سرًّا اور علانیۃً خرچ کیا اور جو بدی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں انجام کار کی کامیابی انہی کے لیے ہے۔ ابد کے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے اور وہ بھی جو اس کے اہل بنیں گے ان کے آبا و اجداد، ان کی ازواج اور ان کی اولاد میں سے۔ اور فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ لوگوں پر سلامتی ہو بوجہ اس کے کہ آپ لوگ ثابت قدم رہے پس کیا ہی خوب ہے انجام کار کی کامیابی۔ ۱۹-۲۴

اور جو لوگ اللہ کے عہد کو اس کے باندھنے کے بعد توڑتے ہیں اور اس چیز کو کاٹتے ہیں جس کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں وہی لوگ ہیں جن پر لعنت ہے اور ان کے لیے برا انجام آخرت ہے۔ اللہ رزق کو کشادہ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور یہ دنیا کی زندگی پر مگن ہیں اور یہ دنیا کی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابل میں محض ایک متاع حقیر ہے۔ ۲۵-۲۶

۵- الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا وَمِمَّا يُوقِدُونَ

عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ (۱۷)

اوپر آیت ۱۶ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا تھا کہ شرک اور شفاعت باطل کا سب سے زیادہ گھنونا پہلو یہ ہے کہ یہ اندھے اور بینا اور نور و ظلمت یا بالفاظ دیگر حق و باطل سب کو ایک ہی درجے میں کر دیتا ہے جو بالبداہت عقل و انصاف کے خلاف ہے۔ اب ایک قدم بڑھ کر یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ یہ چیز اس کائنات کی فطرت کے بھی خلاف ہے اور اس سنت الٰہی کے بھی جو اس کائنات میں جاری و نافذ ہے۔

فطرتِ کائنات کی شہادت

اس کائنات کی فطرت کو یوں واضح فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ آسمان سے بارش ہوتی ہے تو وادیاں اور نالے لبریز ہو کر بہہ نکلتے ہیں، پھر دیکھتے ہو کہ سیلاب جھاگ کو ابھار کر اوپر کر دیتا ہے، پھر جھاگ تو خس و خاشاک ہو کر ہوا میں اڑ جاتا ہے لیکن پانی جو زمین اور اہل زمین کے لیے نافع ہے زمین میں ٹک جاتا ہے۔

پھر اسی حقیقت کو ایک دوسری مثال سے سمجھایا کہ چاندی کو کوئی زیور یا کوئی اور چیز بنانے کے لیے کٹھالی میں پگھلاتے ہو تو اس کا میل کچیل تو اوپر آ کر اڑ جاتا ہے اور چاندی باقی رہ جاتی ہے۔

حق و باطل کی کشمکش میں بقائے نافع

ان دونوں مثالوں سے خدا کی بنائی ہوئی اس کائنات کا مزاج واضح ہو جاتا ہے کہ یہ درحقیقت نافع کو باقی رکھنا چاہتی ہے اور غیر نافع کو برابر چھانٹتی رہتی ہے۔ پھر اسی پر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس سنت کو مبنی کیا ہے کہ وہ بھی اسی طرح حق اور باطل کو ٹکراتا ہے تو اس ٹکراؤ سے حق کے اوپر باطل کا جو جھاگ ابھرتا ہے وہ یوں ہی خس و خاشاک کی طرح اڑ جاتا ہے البتہ حق جو لوگوں کو نفع پہنچانے والی چیز ہے وہ باقی رہ جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اسی طرح اس وقت قرآن کی صورت میں جو بارش زمین پر ہوئی ہے اس نے بھی کچھ جھاگ ابھار کر اوپر کر دیے ہیں لیکن یہ سارے جھاگ فنا ہو جائیں گے اور قرآن اور اس کے حاملین باقی رہ جائیں گے۔

'كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ' اس سے آگے کا ٹکڑا حذف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ یہ تمثیلیں اس لیے پیش کر رہا ہے کہ ان کے اندر وہ لوگ بھی اپنا مستقبل دیکھ لیں جو باطل کی حمایت میں آستینیں چڑھائے ہوئے ہیں اور اہل ایمان بھی اپنا روشن مستقبل دیکھ لیں۔

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؔ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (۱۸)

اصل حقیقت سادہ لفظوں میں

'اَلْحُسْنٰى' کا موصوف یہاں، بربنائے وضاحت قرینہ، محذوف ہے، یعنی 'اَلْعَاقِبَةُ الْحُسْنٰى' اوپر تمثیلی رنگ میں جو بات فرمائی گئی تھی وہی بات سادہ لفظوں میں کہہ دی گئی ہے کہ جو لوگ آج اس دعوت پر لبیک کہہ رہے ہیں جو اللہ کا رسول قرآن کی شکل میں پیش کر رہا ہے ان کا انجام تو بخیر ہے، رہے وہ لوگ جو اس سے گریز

یا اس کی مخالفت کر رہے ہیں تو وہ یاد رکھیں کہ جب ان کے سامنے ان کا انجام آئے گا تو اس وقت ان کا یہ حال ہو گا کہ اگر ساری دنیا بھی ان کو ہاتھ آجائے اور اسی کے برابر مزید بھی تو وہ سب کچھ اس سے جان چھڑانے کے لیے فدیہ میں دے دینا چاہیں گے۔ فرمایا کہ یہی لوگ ہیں جن کے لیے برا حساب ہے، ان کا ٹھکانا جہنم ہو گا اور وہ نہایت برا ٹھکانا ہے۔ 'سُوْٓءُ الْحِسَابِ' سے اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ ان کی ایک ایک چھوٹی سے چھوٹی بات پر بھی گرفت ہو گی، اور ان کا ہر قول و فعل اپنی اصلی بھیانک شکل میں سامنے آئے گا۔ اہل ایمان کے ساتھ تو ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں کے معاملے میں چشم پوشی برتی جائے گی لیکن ان اکڑنے والوں کی رائی بھی ہو گی تو وہ پہاڑ بن کر سامنے آئے گی۔

'لَوْ اَنَّ لَھُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا' سے ان کے اعراض و انکار کے اصل سبب پر روشنی پڑ رہی ہے کہ یہ اس دنیا اور متاع دنیا کی محبت ہے جو قرآن کی دعوت سے انھیں روک رہی ہے لیکن جس دنیا کا عشق آج ان سے یہ حرکت کرا رہا ہے جب اس کا انجام سامنے آئے گا تو یہ سارا عشق ہرن ہو جائے گا۔ اس وقت تو یہ چاہیں گے کہ یہ ساری دنیا اور اس کے برابر ایک اور دنیا بھی انھیں مل جائے تو وہ یہ سب کچھ فدیہ میں دے کر کسی طرح اس سے نجات حاصل کریں۔

اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ کَمَنْ ھُوَ اَعْمٰی ط اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۱۹)

پیغمبر صلعم کو تسلی؛ منکرین کو تہدید

'اَعْمٰی' کا لفظ، جیسا کہ آیت ۱۶ میں عقل و دل کے اندھوں کے لیے آیا ہے اسی طرح اس آیت میں بھی یہ عقل و دل کے اندھوں کے لیے وارد ہوا ہے۔ یہ آیت بطور التفات، پیغمبر صلعم کی تسلی کے لیے بھی ہے اور مکذبین و منکرین کی تہدید و وعید کے لیے بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی کا پہلو تو یہ ہے کہ تم قرآن کی شکل میں جو دعوت پیش کر رہے ہو اس کے بارے میں ہر ایک کا رویہ یکساں نہیں ہو گا۔ اس سے یاد دہانی وہی حاصل کریں گے جو 'اُولُوا الْاَلْبَاب' یعنی عقل و دل رکھنے والے ہیں، جن کے دل مردہ اور جن کی عقلیں اندھی ہو چکی ہیں وہ اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھائیں گے۔ مطلب یہ کہ تم ان کے رویہ سے بلا وجہ بددل اور پریشان نہ ہو۔

اس آیت کا اسلوب خود بول رہا ہے کہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کے لیے پیغمبر اور قرآن کی ہر بات خود اپنے دل کی آواز ہوتی ہے۔ وہ پیغمبر کی بات اور قرآن کی آیات سن کر یوں محسوس کرتے ہیں کہ

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

ان کے لیے قرآن کی حیثیت ایک یاد دہانی کی ہوتی ہے۔ وہ ان پر کوئی چیز اوپر سے لادتا نہیں بلکہ خود ان کی اپنی فطرت کے مدفون خزانوں کو ابھار کر ان کی نگاہوں کے سامنے کر دیتا ہے۔

منکرین و مکذبین کے لیے اس میں وعید یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اس طرح کے اندھے لوگ ان لوگوں کے

مانند ہو جائیں جن کے دل و دماغ روشن ہیں۔ لازم ہے کہ دونوں کا انجام ان کے اعمال کے اعتبار سے الگ الگ ہو۔

اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ (۲۰)

میثاق کا مفہوم

'میثاق' سے مراد یہاں میثاق فطرت ہے جو تمام اولاد آدم سے لیا گیا ہے اور جس کا سب نے اقرار کیا ہے۔ اس پر مفصل بحث سورۂ اعراف آیت ۱۷۲ 'وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى' کے تحت گزر چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اس عہد کو یاد رکھے ہوئے ہیں اور جنھوں نے اس پیمان کو توڑا نہیں ہے وہی لوگ اس قرآن سے یاددہانی حاصل کریں گے رہے وہ لوگ جو اپنی فطرت کو مسخ اور اس میثاق کو توڑ چکے ہیں ان سے کسی خیر کی امید نہ رکھو۔[۱]

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ (۲۱)

رشتۂ رحم کا پاس و احترام

'مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ' سے مراد رشتہ رحم کا پاس و احترام ہے۔ یعنی جس طرح وہ اللہ کے حقوق کا دل سے احترام کرتے ہیں اسی طرح بندوں کے جو حقوق ان پر بربنائے رشتہ رحم عاید ہوتے ہیں ان کو بھی پوری فیاضی سے ادا کرتے ہیں، وہ رشتہ رحم کو کاٹتے نہیں بلکہ اللہ کے حکم کے مطابق اس کو جوڑتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ وہ کسی نمود و نمائش یا غرض کے لیے نہیں بلکہ خدا کے ڈر سے اور اس کی رضا جوئی کے لیے کرتے ہیں۔ سورہ دہر میں بھی یہی حقیقت یوں واضح فرمائی گئی ہے يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا (۸-۱۰)

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ (۲۲)

انہی کی مزید صفات بیان ہو رہی ہیں کہ اللہ اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی راہ میں ان کو جو مشکلات و مصائب پیش آتے ہیں وہ ان کو اللہ کی رضا جوئی کی خاطر برداشت کرتے ہیں 'اَقَامُوا الصَّلٰوةَ' نماز کا اہتمام کرتے ہیں، ہم دوسرے مقامات میں واضح کر چکے ہیں کہ نماز پڑھنے اور نماز کے اہتمام میں بڑا فرق ہے۔ اس کی تفصیل اس کے محل میں دیکھیے۔

سرّی انفاق کی اہمیت

'وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً' کی باقاعدہ شکل زکوٰۃ ہے لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ زکوٰۃ کے حکم کے بعد انفاق کا حکم باقی نہیں رہا۔ زکوٰۃ تو گویا علانیہ انفاق کے تحت آ گئی۔ سرّی انفاق جس پر اصل فضیلت کا انحصار ہے، وہ زکوٰۃ کے بعد بھی باقی رہا ہے اور تزکیۂ نفس کے پہلو سے اصل اہمیت اسی انفاق کی ہے۔ 'وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ' یعنی وہ برائی کو برائی سے نہیں بلکہ اس کو نیکی اور بھلائی سے دفع کرتے ہیں۔ یوں تو یہ ایک جامع کلیہ ہے لیکن اس کا ایک خاص محل بھی ہے۔ وہ یہ کہ مستحقین کے ساتھ سلوک کرنے

---

[۱] اس عہد فطرت پر مفصل بحث ہم نے اپنی کتاب 'حقیقت شرک و توحید' میں کی ہے۔ تفصیل کے طالب اسے پڑھیں۔

میں اس چیز کو نہیں دیکھتے کہ کس کا سلوک ان کے ساتھ کیسا ہے بلکہ وہ ان کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتے ہیں جو ان کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں۔ قرآن اور حدیث دونوں سے یہ بات ثابت ہے کہ اس نیکی کا اللہ تعالیٰ کی میزان میں بڑا وزن ہے۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ۔ دار سے مراد دارِ آخرت ہے، فرمایا کہ دارِ آخرت کا اصلی صلہ اور اجر درحقیقت انہی لوگوں کے لیے ہے۔ مطلب یہ کہ ان لوگوں کا زعم بالکل باطل ہے جنھوں نے شرک اور شفاعت باطل کا عقیدہ ایجاد کر کے حق اور باطل، عدل اور ظلم دونوں کو یکساں کر دیا ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (۲۳-۲۴)

جنت میں جذبات کی رعایت

یہ اس عُقْبَى الدَّارِ یعنی انجام خیر کی تفصیل ہے جس کا ذکر اوپر والی آیت میں گزرا۔ فرمایا کہ ان کے لیے ابد کے باغ ہوں گے جن میں وہ اتریں گے اور ان کی مسرت کی تکمیل کے لیے ان کے ساتھ ان کے باپ دادوں اور ان کی ازواج و اولاد میں سے ان لوگوں کو بھی جمع کر دیا جائے گا جو اپنے اعمال کی بدولت اس کے اہل قرار پائیں گے۔ یہ انسان کی فطرت ہے کہ جب وہ کسی نعمت سے بہرہ مند ہوتا ہے تو اس کی یہ دلی آرزو ہوتی ہے کہ اس میں وہ لوگ بھی شریک ہوں جو اپنے عزیز رہے ہیں یا جنھوں نے اس کو عزیز رکھا ہے۔ اس کی اس فطرت کے تقاضے کا لحاظ کر کے اللہ تعالیٰ اس کے عزیزوں اور قریبوں کو بھی اس کے ساتھ جمع کر دے گا بایں شرط کہ وہ جنت میں جانے کے اہل ہوں۔ یہ شرط ایک بنیادی شرط ہے جو ملحوظ نہ رہے تو وہ نظامِ حق ہی متزلزل ہو جائے جو ان آیات میں زیر بحث ہے لیکن اس شرط سے اللہ تعالیٰ کے اس فضل کی نفی نہیں ہوتی کہ وہ ان صالحین و ابرار کی مسرت کی تکمیل کے لیے ان کے ان اعزا و اقربا کو بھی ان کے ساتھ جمع کر دے جو اگرچہ باعتبار درجہ و مرتبہ ان سے فروتر ہوں لیکن ہوں وہ جنت کے حق داروں میں سے۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ الاية۔ اوپر والی بات تکمیل مسرت کی خاطر تھی اب یہ ان کے اعزاز و اکرام کا پہلو نمایاں کیا جا رہا ہے کہ اس جنت کے بہت سے دروازے ہوں گے اور ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس سلام و تہنیت کے لیے پہنچیں گے اور ان کو ان کی ثابت قدمی پر مبارک باد دیں گے جس کے صلہ میں وہ اللہ کے اس فضل کے حق دار ٹھہرے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحسین

فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ کا ٹکڑا ہمارے نزدیک فرشتوں کے قول تہنیت کا جزو نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مرتبہ بلند کی تحسین ہے۔ اوپر آیت ۲۲ میں فرمایا تھا کہ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ اب جب اس عُقْبَى الدَّارِ کی شان و عظمت واضح فرمائی تو بطور تحسین فرمایا کہ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ دیکھو کیا ہی خوب ہے یہ دارِ آخرت کی کامیابی!!

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ

وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۙ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ (۲۵)

مکذبین کی صفات

اب یہ بالکل متقابل گروہ کا بیان ہے۔ ان لوگوں کا جو عہدِ فطرت کو، اس کا اقرار کرنے اور اس کو باندھنے کے بعد توڑ رہے ہیں اور رشتۂ رحم، جس کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اور جس کو توڑنا تمام فساد فی الارض کی اصل ہے، اس کو کاٹ رہے ہیں۔ فرمایا کہ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے اور انہی لوگوں کے لیے دارِ آخرت کی ذلت و رسوائی ہے۔ یہ حقیقت ہم دوسرے مقام میں واضح کر چکے ہیں کہ اسلام کا نظامِ حق و عدل دو بنیادی ستونوں پر قائم ہے۔ ایک وحدتِ الٰہ، دوسرا وحدتِ آدم۔ اگر یہ دونوں بنیادیں ڈھا دی جائیں تو پھر صالح معاشرہ اور صالح تمدن کا وجود میں آنا ناممکن ہے۔

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ (۲۶)

اصل تقدیرِ کلام یوں ہے یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ قرینہ کی وضاحت کے سبب سے ایک جگہ لِمَنْ یَّشَآءُ کو حذف کر دیا۔ قَدَرَ کے معنی تو اندازہ کرنے کے ہیں لیکن یہاں یہ تنگ کر دینے کے معنی میں ہے۔ لفظ 'متاع' کی تنکیر تقلیل کے مفہوم پر دلیل ہے۔

اصل سببِ انکار کی وضاحت

اب یہ ان منکرین کے اصل سببِ انکار و تکذیب کو واضح فرمایا جا رہا ہے کہ ان کو جو دنیا کی نعمتیں ملی ہیں ان کے سبب سے یہ غرور اور گھمنڈ میں مبتلا ہو گئے ہیں اور پیغمبر کی طرف سے آخرت کی یاد دہانی ان پر شاق گزر رہی ہے حالانکہ یہ اللہ ہی ہے جو جس کے لیے چاہتا ہے رزق کے دروازے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ جس کے لیے وہ کشادہ کرتا ہے اس سے وہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے رب کا شکرگزار بندہ بنے اور جس کے لیے تنگ کرتا ہے اس سے وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ صبر کرے۔ اسی صبر و شکر پر تمام دین کی عمارت قائم ہے۔ جو لوگ اس دنیا کے خزف ریزے پا کر اس کے غرور میں آخرت کو بھول بیٹھے ہیں وہ جب روزِ آخرت میں شاکرین و صابرین کے اجر کو دیکھیں گے تب انھیں اندازہ ہو گا کہ نہایت ہی حقیر چیز کے لیے انھوں نے یہ ابدی بادشاہی کھو دی۔

۶۔ آگے کا مضمون ___ آیات ۲۷-۳۲

اب آگے یہ حقیقت واضح کی جا رہی ہے کہ آفاق و انفس کی یہ دلیلیں جو ان کو سنائی جا رہی ہیں ان سے ان کا اطمینان نہیں ہو رہا ہے۔ یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ ان کو کوئی حسی معجزہ دکھایا جائے تب وہ مانیں گے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے۔ ان کے اس مطالبے کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ ایمان و ہدایت کا راستہ اللہ کے کلام اور اس کے رسول کی باتوں پر غور کرنے سے کھلتا ہے۔ جو لوگ یہ راستہ نہیں اختیار کرتے وہ دنیا جہان کے معجزے دیکھ کر بھی اندھے ہی بنے رہتے ہیں۔ آیات ملاحظہ ہوں۔

آیات ۲۷-۳۲

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ
يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ﴿٢٧﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَ
تَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴿٢٩﴾
كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهَا أُمَمٌ لِّتَتْلُوَ
عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ ۚ قُلْ هُوَ
رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ﴿٣٠﴾ وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا
سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ ۗ
بَل لِّلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا ۗ أَفَلَمْ يَيْأَسِ الَّذِينَ آمَنُوا أَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ
لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا ۗ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُوا
قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّن دَارِهِمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ ۚ إِنَّ
ع ٥ ١٠ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ
فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٣٢﴾

ترجمۂ آیات ۲۷-۳۲

اور جنھوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟ کہہ دو کہ اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور اپنی طرف رہنمائی ان لوگوں کی فرماتا ہے جو اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو ایمان لاتے ہیں اور جن کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں، سن لو کہ اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو طمانیت حاصل ہوتی ہے جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے اچھے عمل کیے ان کے لیے خوش خبری ہے اور اچھا ٹھکانا ہے ۲۷-۲۹

اسی طرح ہم نے تم کو بھیجا ہے ایک ایسی امت میں جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں تاکہ تم انھیں وہ چیز سنا دو جو ہم نے تم پر وحی کی ہے۔ ہر چند وہ خدائے رحمان کا انکار کر رہے ہیں۔ کہہ دو کہ وہی میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ اور اگر کوئی ایسا قرآن بھی اترتا جس سے پہاڑ حرکت میں آجاتے یا زمین پاش پاش ہو جاتی یا مردے بولنے لگ جاتے تب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں تھے۔ بلکہ سارا اختیار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ کیا ایمان لانے والوں کو اس بات سے اطمینان نہیں ہوا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب ہی کو ہدایت پر کر دیتا۔ اور ان کافروں کو برابر کوئی نہ کوئی آفت ان کے اعمال کی پاداش میں پہنچتی رہے گی یا ان کی بستی کے قریب نازل ہوتی رہے گی۔ یہاں تک کہ اللہ کے وعدے کے ظہور کا وقت آجائے، اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ اور تم سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو میں نے کفر کرنے والوں کو ڈھیل دی، پھر میں نے ان کو پکڑا تو دیکھو کیسا ہوا میرا عذاب۔ ۳۰-۳۲

۷۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ (۲۷)

ایمان کی رہنما آفاق و انفس کی نشانیاں ہیں

'آیۃ' سے مراد یہاں کوئی حسی معجزہ ہے۔ یعنی یہ لوگ آفاق و انفس کی ان نشانیوں سے تو آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں جو ہر طرف سے ان کو گھیرے ہوئے ہیں اور جن کی طرف قرآن ان کو توجہ دلا رہا ہے البتہ یہ مطالبے کیے جا رہے ہیں کہ ان کو پیغمبر کوئی معجزہ دکھائیں تب وہ مانیں گے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ جواب میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی یہ سنت یاد دلائی کہ اللہ تعالیٰ اپنی ہدایت ان لوگوں کو نہیں بخشتا جو معجزوں اور کرشموں کے مطالبے کرتے ہیں بلکہ ان لوگوں کو یہ نعمت بخشتا ہے جو آفاق و انفس کی نشانیوں کو دیکھ کر حقیقت کے طالب بنتے ہیں اور خدا کی طرف شرح صدر اور طمانیت قلب کے لیے متوجہ ہوتے ہیں۔ جن کے اندر یہ طلب پیدا ہو جاتی

ہے ان کے لیے

دعوئے و آواز پیمبر معجزہ است

رہے وہ لوگ جو عجائب اور کرشموں کے درپے رہتے ہیں ان کی زندگی ہمیشہ ٹھوکریں کھانے میں ہی گزرتی ہے۔ اللہ ایسے آنکھیں رکھ کر اندھے بن جانے والوں کے لیے یہی چاہتا ہے کہ وہ اپنی اسی ضلالت میں پڑے رہیں۔ خدا اگر جبر و زور اور معجزوں کے بل پر لوگوں کو مومن بنانا چاہتا تو اس کے پاس ایک سے ایک بڑھ کر معجزے موجود ہیں لیکن وہ چاہتا ہے کہ لوگ اپنی عقل و فکر سے کام لے کر اس کی طرف متوجہ ہوں۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (۲۸)

یہ 'مَنْ اَنَابَ' کی تفصیل ہے اور 'ذِكْرِ اللّٰهِ' سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفات، اور اس کے دلائل و حجج کا وہ بیان ہے جو قرآن میں موجود ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف رہنمائی انہی لوگوں کو فرماتا ہے جن کے دل اللہ کی صفات اور اس کے دلائل و براہین سے طمانیت پاتے ہیں۔ جو لوگ یہ راہ نہیں اختیار کرتے وہ ہمیشہ ایمان سے محروم ہی اور معجزات کے مطالبے ہی کرتے رہتے ہیں۔

ذکر اللہ میں طمانیت قلب

'اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ' اب یہ اصل بات پورا زور دے کر فرمائی کہ کان کھول کر سن لو کہ اگر دلوں کی طمانیت اور ایمان و شرح صدر کی نعمت مطلوب ہے تو وہ معجزوں اور کرشموں سے نہیں حاصل ہوتی بلکہ اللہ اور اس کی صفات جمال و کمال کے تذکر و تفکر سے حاصل ہوتی ہے تو اگر یہ چیز مطلوب ہے تو پیغمبر کی دعوت سنو اور اس پر غور کرو ورنہ جس وادی میں چاہو ٹھوکریں کھاتے پھرو۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ (۲۹)

مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے یہ راہ اختیار کی اور اس کو اختیار کر کے ایمان و عمل صالح کی شاہراہ پر گامزن ہو گئے ان کے لیے تو مبارکباد اور خوش خبری ہے، ان کو اچھی منزل اور اچھا ٹھکانا نصیب ہوگا۔ رہے وہ لوگ جو معجزات کے منتظر ہیں تو وہ اسی انتظار میں ایک دن اپنے اس انجام سے دوچار ہو جائیں گے جو ایسے عقل کے اندھوں کے لیے مقدر ہے۔

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِیْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَیْهِمُ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ وَهُمْ یَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ مَتَابِ (۳۰)

مطالبۂ معجزات کا جواب ایک اور پہلو سے

یہ بھی اسی مطالبۂ معجزات کا جواب ہے جس کا ذکر آیت ۲۷ میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نہ تم دنیا میں پہلے نبی ہو اور نہ یہ (اہل عرب) دنیا میں پہلی امت ہیں۔ تم سے پہلے نبی اور رسول بھی گزر چکے ہیں اور ان سے پہلے قومیں اور امتیں بھی گزر چکی ہیں۔ تمہارے لیے اپنے پیشرو نبیوں اور رسولوں کی زندگی میں اسوہ اور نمونہ ہے اور ان کے لیے ان کے پیشرو قوموں کی زندگی نظیر اور مثال ہے۔ تو تم ان کے نت نئے مطالبات سے دل تنگ نہ ہو بلکہ ان کو اللہ کی وہ کتاب سناؤ جو تم پر وحی کی جا رہی ہے، ہر چند وہ خدائے رحمان کا انکار ہی کرتے رہیں۔ اور

ان کے مطالبات کے جواب میں ان کو سنا دو کہ اللہ ہی میرا رب ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، میرا اسی پر بھروسا اور وہی میرا مرجع ہے۔ مجھے جو پیام دے کر اس نے بھیجا ہے وہ میں تمھیں سنا رہا ہوں۔ معجزے دکھانا میرا کام نہیں ہے۔ یہ اس کی حکمت و مشیت پر منحصر ہے، وہ چاہے گا، دکھائے گا، نہیں چاہے گا نہیں دکھائے گا۔

وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ ط بَل لِّلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا ط أَفَلَمْ يَيْأَسِ الَّذِينَ آمَنُوا أَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا ط وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّن دَارِهِمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ (۳۱)

وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا .... أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ: میں جوابِ شرط محذوف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ معجزے کا مطالبہ کرتے تو ہیں اور اس سے ایک نیک نیت آدمی کو یہ گمان بھی ہوتا ہے کہ کیا عجب یہ اپنی طلب کے مطابق معجزہ دیکھ کر ایمان ہی لائیں لیکن یہ گمان محض گمان ہے۔ اگر ان کے لیے کوئی ایسا قرآن بھی اتارا جاتا جس سے پہاڑ حرکت میں آجاتے یا زمین شق ہوجاتی یا مردے بولنے لگتے جب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں تھے بلکہ اس وقت بھی یہ اپنے کفر پر اڑے رہنے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ بنا ہی لیتے۔ آخر ان کے پیشروؤں نے کتنے معجزے دیکھے لیکن وہ ان کو سحر اور شعبدہ بازی کہہ کر بدستور اپنے کفر پر اڑے ہی رہ گئے یہاں تک کہ بالآخر عذابِ الٰہی نے ان کا فیصلہ کر دیا۔

بَل لِّلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا: مطلب یہ ہے کہ اس معاملے کو تم تمام تر اللہ پر چھوڑ دو۔ وہی جانتا ہے کہ یہ کس چیز کے مستحق ہیں اور ان کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیے۔ ہدایت و ضلالت کے باب میں اس کی جو سنت ہے وہ اسی کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کرے گا۔ ہدایت کی راہ وہ انہی لوگوں کے لیے کھولے گا جو اس کے قانون کے مطابق اس کے سزاوار ٹھہریں گے۔

مسلمانوں کو تسلی

أَفَلَمْ يَيْأَسِ الَّذِينَ آمَنُوا أَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا: یہ نیک دل مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ تمھارے اندر خواہش پیدا ہوتی ہے کہ ان کو ان کی طلب کے مطابق معجزہ دکھا ہی دیا جائے لیکن کیا تمھارے اطمینان کے لیے یہ چیز بس نہیں کرتی کہ اللہ اگر اپنے جبر و زور ہی کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت کی راہ پر لانا چاہتا تو آن کی آن میں سب کو مسلم و مومن بنا دیتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اس لیے کہ وہ چاہتا ہے کہ لوگ اپنی عقل و بصیرت سے کام لیں، آفاق و انفس کے دلائل پر غور کریں، پیغمبر کی باتوں کو سوچیں اور سمجھیں اور پھر اپنے اختیار و ارادہ کی آزادی کے ساتھ اس راہِ حق کو اختیار کریں۔

تنبیہات کی طرف اشارہ

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا .... إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ: یعنی یہ بات بھی نہیں ہے کہ نشانیاں ظاہر نہ ہو رہی ہوں، وقتاً فوقتاً ان کی کرتوتوں کی پاداش میں خود ان پر یا ان کے قرب و جوار کے لوگوں پر تنبیہات نازل ہوتی ہی رہتی ہیں۔ ان سے مقصود یہی ہوتا ہے کہ یہ لوگ جاگیں، آنکھیں کھولیں اور پیغمبر کی باتوں

کو سنیں سمجھیں لیکن ان سے یہ کوئی سبق نہیں لیتے بلکہ منتظر ہیں کہ عذاب الٰہی کا ڈنڈا خود ان کی کمر پر پڑے تب یہ مانیں گے۔ تو اس کا وقت بھی آجائے گا۔ ان کو جس عذاب کی دھمکی دی جا رہی ہے اگر یہ اپنی ضد پر اڑے رہے تو وہ آکے رہے گا۔ اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

حَتّٰی یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰہِ' میں 'وَعْدُ اللّٰہِ' سے مراد وہ عذاب الٰہی ہے جس کی خبر ہر رسول نے اپنی قوم کو دی کہ اگر اس نے رسول کی بات نہ مانی تو بالآخر اس پر عذاب الٰہی آئے گا جو اس کو یک قلم فنا کر دے گا۔ رسول کے دور بعثت سے متعلق ہم یہ بات بھی کہیں لکھ آئے ہیں کہ ان کے زمانے میں ایسی نشانیوں کے ظہور کی خاص طور پر کثرت ہوتی ہے جن سے غافلوں کے اندر بیداری پیدا ہو تاکہ رسول کی باتیں سننے کے لیے ان کے کان کھلیں۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (۳۲)

تاخیرِ عذاب کی حکمت — اب یہ اس بات کی حکمت واضح فرما دی کہ ان کی ضد اور ان کے مطالبۂ عذاب کے باوجود ان پر جو عذاب نہیں آ رہا ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اللہ ان کو اتنی مہلت دے رہا ہے کہ ان پر اس کی حجت پوری ہو جائے۔ فرمایا کہ تم سے پہلے بھی رسولوں کا ان کی قوموں کی طرف سے مذاق اڑایا گیا لیکن ہم نے اس کے باوجود ان کو مہلت دی، پھر پکڑا تو دیکھو کیا پکڑا اور ہمارا عذاب کیسا دردانگیز ہوا۔ یہی معاملہ ان کے ساتھ بھی ہوگا۔

'عِقَابِ' اصل میں عقابی ہے۔ قافیہ کی رعایت سے 'ی' گر گئی۔ کسرہ اس کی یادگار ہے۔

۸۔ آگے کا مضمون —— آیات ۳۳-۳۷

آگے یہ حقیقت واضح فرمائی ہے کہ اگر ان کی یہ جسارت اپنے ان فرضی معبودوں کے بل پر ہے جن کو انھوں نے بلا کسی دلیل کے خدا کا شریک اور اپنا حامی و ناصر گمان کر رکھا ہے تو ان کو بتا دو کہ ان معبودوں کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ یہ محض خیالی باتیں ہیں۔ یہ لوگ دنیا میں بھی خدا کے عذاب سے دوچار ہوں گے اور آخرت میں ان کو جس عذاب سے سابقہ پیش آنے والا ہے وہ تو اس سے بھی کہیں سخت ہوگا۔ جنت کے حق دار صرف اس کے مومن اور موحد بندے ہوں گے۔ اگر یہ لوگ اس بدیہی حقیقت کو جھٹلا رہے ہیں تو تم اس کا غم نہ کرو، اہل کتاب میں سے جو لوگ اچھے اور اپنی کتاب پر قائم ہیں وہ اس کتاب سے بہت خوش ہیں جو تم پر اتاری گئی ہے۔ آیات کی تلاوت فرمائیے۔

آیات ۳۳-۳۷

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَ

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ
الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ
تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ
قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ
مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ
ع ۵ ۱۱ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ آیات ۳۳-۳۷

کیا وہ ذات جو ہر جان سے اس کے عمل پر محاسبہ کرنے والی ہے (اور وہ جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے یکساں ہیں) اور ان لوگوں نے اللہ کے شریک بنا لیے ہیں۔ ان سے کہو ان کے نام تو بتاؤ۔ کیا تم خدا کو ایسی چیزوں کی خبر دے رہے ہو جن کے زمین میں وجود سے وہ بے خبر ہے یا یوں ہی ہوائی بات کر رہے ہو۔ بلکہ ان کافروں کی نگاہ میں ان کی چال کھبا دی گئی ہے اور یہ راہِ حق سے روک دیے گئے ہیں اور جن کو اللہ گمراہ کر دے تو ان کو کوئی دوسرا ہدایت دینے والا نہیں بن سکتا۔ ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو اس سے کہیں بھاری ہوگا۔ اور ان کو اللہ سے کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔ ۳۳-۳۴

اس جنت کی تمثیل جس کا متقیوں سے وعدہ ہے یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اس کا پھل بھی دائمی اور اس کا سایہ بھی دائمی۔ یہ انجام ہے ان لوگوں کا جنھوں نے تقویٰ اختیار کیا اور کافروں کا انجام دوزخ ہے۔ ۳۵

اور جن کو ہم نے کتاب عطا کی وہ اس چیز پر خوش ہیں جو تم پر اتاری گئی ہے اور ان جماعتوں میں سے ایسے بھی ہیں جو اس کے بعض حصوں کا انکار کرتے ہیں۔ تم کہہ دو کہ مجھے تو حکم ہوا ہے کہ میں اللہ ہی کی بندگی کروں اور اس کا کسی کو ساجھی نہ ٹھہراؤں۔ میں اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے۔ اور اسی طرح ہم نے یہ کتاب ایک فرمان کی حیثیت سے عربی میں اتاری ہے اور اگر تم اس علم صحیح کے آجانے کے بعد ان کی بدعتوں کی پیروی کرو گے تو نہ خدا کے مقابل میں تمہارا کوئی مددگار ہوگا نہ بچانے والا۔ ۳۶-۳۷

۹- الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (۳۳)

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ، یعنی جو ہر جان کے ہر قول و فعل کی نگرانی بھی کر رہا ہے اور ہر قول و فعل کا محاسبہ بھی کرنے والا ہے۔

حذف بتقاضائے بلاغت: اس جملہ میں سوال کا آدھا حصہ بتقاضائے بلاغت حذف ہے۔ فرمانا یہ ہے کہ کیا وہ ذات جو ہر جان کے اعمال کی نگرانی بھی کر رہی ہے اور جو ہر ایک کے ہر قول و فعل کا محاسبہ بھی کرنے والی ہے اس کا شریک تم ایسی چیزوں کو بنائے دے رہے ہو جن کی نہ کوئی حقیقت، نہ جن کا کوئی وجود اور نہ جن کے پاس کوئی علم نہ کوئی اختیار۔ اس حذف سے اس بے تکی بات سے متکلم کی نفرت و کراہت کا اظہار ہو رہا ہے۔ گویا اس بھونڈی بات کا ذکر بھی اسے گوارا نہیں۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ، یعنی انھوں نے اللہ کے شریک بنائے ہیں ان سے کہو کہ ذرا یہ ان کے نام تو لیں جن کو یہ خدا کا شریک بنائے بیٹھے ہیں۔ قُلْ سَمُّوْهُمْ، میں جو غصہ اور تحقیر مضمر ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ مشرکین اس کے جواب میں انہی بتوں کے نام لے سکتے تھے جن کو وہ پوجتے تھے۔ ہبل، لات، عزیٰ، نائلہ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ان کے جواب کا انتظار کیے بغیر یک قلم ان کے وجود ہی کی نفی فرما دی گئی کہ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ، یہ تم خدا کو ایسی چیزوں کا پتہ دے رہے ہو جن کے زمین میں وجود سے وہ بے خبر ہے یا یوں ہی ہوائی

'نفی الشیء بنفی لازمہ' کا اسلوب

باتیں کر رہے ہو۔ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ میں زبان کا وہ اسلوب ہے جس کو ہم دوسرے مقام میں 'نفی الشیء و بنفی لازمہ' کے عنوان سے ذکر کر چکے ہیں کہ بعض مرتبہ کسی شے کی نفی اس کے لازم کی نفی سے کر دی جاتی ہے ظاہر ہے کہ اگر کوئی شے اس دنیا میں وجود رکھتی ہے تو لازم ہے کہ اس دنیا کے خالق کو اس کا پتہ ہو۔ اگر ایک چیز کا سرے سے خالق ہی کو پتہ نہیں تو اس کے وجود کے کیا معنی؟ اس اصول پر اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے باندازِ طنز سوال فرمایا ہے کہ یہ خدا کی معلومات میں اضافہ کرنے اٹھے ہو یا یوں ہی ہوائی باتیں کر رہے ہو جن کا نہ کوئی سر ہے نہ پیر۔

حمایتِ شرک دنیوی مفادات کے لیے

بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ الاٰیہ۔ آیت کے آخر میں اصل حقیقت واضح فرما دی کہ شرک کی حمایت میں جو لوگ آستینیں چڑھائے ہوئے ہیں، یہ محض اپنے اقتدار اور اپنی پیشوائی کو بچائے رکھنے کی ایک چال ہے جو اس وقت انھیں بہت عزیز ہے۔ قرآن کے دلائل اور پیغمبر کی دعوت نے دینِ شرک کا پول اس طرح کھول دیا ہے کہ اب اس کے بڑے سے بڑے حامیوں کی نظر میں بھی اس کا کوئی وزن باقی نہیں رہ گیا ہے سوال صرف مفاد کا ہے۔ پیشوائی کی موروثی گدی چھوڑی نہیں جاتی اس وجہ سے یہ جاننے کے باوجود کہ خدا کا راستہ وہی ہے جس کی طرف قرآن بلا رہا ہے یہ اپنی اس ضلالت پر اڑے ہوئے ہیں۔ اس طرح کے لوگ جو جان بوجھ کر حق کو جھٹلاتے اور باطل کی حمایت کرتے ہیں خدا کے قانون کی زد میں آ جاتے ہیں اور جو خدا کے قانون کی زد میں آئے ہوئے ہوں کس کی طاقت ہے کہ ان کو ہدایت کی راہ پر لا سکے۔

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ (۳۴)

ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں بھی عذاب ہے اور دنیا کے عذاب سے کہیں بڑھ چڑھ کر آخرت کا عذاب ہے اور یہ لوگ اپنے مزعومہ شرکاء و شفعاء پر جو اعتماد کیے بیٹھے ہیں کہ وہ ان کو خدا کی پکڑ سے بچا لیں گے تو ان میں سے کوئی ان کو بچانے والا نہ بن سکے گا۔ یہاں اس سنت الٰہی کو یاد رکھیے جس کا حوالہ ہم بار بار دے چکے ہیں کہ جس قوم پر رسول کے ذریعہ سے حجت تمام کر دی جاتی ہے اگر وہ ایمان نہیں لاتی تو لازماً وہ ہلاک کر دی جاتی ہے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ (۳۵)

متقین کے انجام کا بیان

'اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا' میں 'ظِلُّهَا' کی خبر قرینہ کی وضاحت کے سبب سے محذوف ہے یعنی 'ظِلُّهَا دَاۗىِٕمٌ'۔ یہ مقابلہ کے اصول کے مطابق رسول کے مکذبین کا انجام بیان کرنے کے بعد ان لوگوں کا انجام بھی بیان فرما دیا جو اپنی خدا ترسی سے رسول پر ایمان لائے۔ فرمایا کہ وہ ایسے سدا بہار باغوں میں اتارے جائیں گے جن کی پیداوار بھی دائمی اور جن کا سایہ بھی دائمی۔ یعنی وہ کبھی خزاں سے آشنا نہیں ہوں گے۔

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ

قُلْ إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ أُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ (٣٦)

صالحینِ اہلِ کتاب کا رویہ

'ٱلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ' سے اچھے اہل کتاب مراد ہیں، اہل کتاب بالخصوص نصاریٰ میں، جیسا کہ مائدہ کی آیات ۸۳، ۸۴، ۸۵ کے تحت تفصیل گزر چکی ہے، ایسے لوگ بھی موجود تھے جو اپنے صحیفوں کی پیشین گوئیوں کی بنا پر رسولِ خاتم کے منتظر تھے۔ اس وجہ سے آپ کی دعوت اور آپ کی لائی ہوئی کتاب میں جب انھوں نے ان پیشین گوئیوں کی تصدیق کے آثار دیکھے تو بڑے ذوق و شوق سے انھوں نے اس کا خیر مقدم کیا۔ اہل کتاب کے اس پاکیزہ گروہ کا ذکر قرآن میں جابجا ہوا ہے اور بالعموم ان کا ذکر معروف ہی کے صیغہ سے ہوا ہے جس طرح یہاں ہوا ہے۔ ان لوگوں کے ذکر سے یہاں مقصود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا بھی ہے کہ اگر جاہل ہٹ دھرم لوگ تمھارا مذاق اڑا رہے ہیں تم ان کی پروا کیوں کرو جب کہ حاملین کتاب کا ایک گروہ تمھارا خیر مقدم کر رہا ہے اور منکرین کو ترغیب دینا بھی ہے کہ جس کا اچھے اور پاکیزہ ذی علم لوگ خیر مقدم کر رہے ہیں حیف ہے اگر تم اس کی تکذیب کرو اور اس کی لائی ہوئی برکتوں سے محروم رہو۔

مخالفین کی طرف ایک اشارہ

'وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ'، احزاب سے یہاں مراد مخالف پارٹیاں ہیں یعنی یہود، نصاریٰ اور مشرکین عرب۔ ان کی مخالفت کی نوعیت بھی بالعموم یہ نہیں تھی کہ قرآن کے ہر حصہ سے ان کو اختلاف ہو۔ آخر ہر حصے سے اس کے تمام اختلاف کر بھی کس طرح سکتے تھے۔ قرآن کی تعلیمات اور تورات و انجیل کی تعلیمات میں اختلاف اصلاً تو انہی مواقع میں ہے جہاں اہل کتاب نے کوئی تحریف کر ڈالی ہے۔ مشرکین عرب کو بھی اصل اختلاف قرآن کی دعوتِ توحید سے تھا بقیہ چیزوں سے ان کے لیے بھی اختلاف کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ نصاریٰ میں سے پال کے معتقدین کا اختلاف بھی ان کے شرک ہی کی بنا پر تھا۔ قرآن نے ان کے اس اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی کہ جن کے ساتھ بنائے اختلاف توحید ہے ان کو تم صاف لفظوں میں سنا دو کہ میں اللہ واحد ہی کی بندگی کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں مانتا، میری دعوت بھی اسی کی طرف اور میرا مرجع بھی اسی کی طرف ہے۔ یعنی میں اس وہم میں مبتلا نہیں ہوں کہ مجھے کسی اور حامی یا شفیع سے کوئی مدد مل سکے گی۔ یہ صاف صاف اعلان اسی لیے کرا دیا گیا کہ اگر ان پارٹیوں میں سے کسی کو یہ توقع ہو کہ وہ اپنا دباؤ ڈال کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ نرم یا مرعوب کر سکے گی تو وہ اس طمع خام سے باز آ جائے۔

'وَاِلَيْهِ مَاٰبِ' میں ترکیب کلام بعینہٖ وہی ہے جو 'وَاِلَيْهِ مَتَابِ' میں گزر چکی ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ (٣٧)

یہ قرآن فرمانِ واجب الاذعان ہے

'وَكَذٰلِكَ' عربی میں ان معنوں میں بھی آتا ہے جن معنوں میں ہم 'چنانچہ' یا 'اسی لیے' کے الفاظ بولتے ہیں۔ یہاں یہ 'اسی لیے' کے مفہوم میں ہے۔ اوپر والی آیت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ہوا ہے کہ 'قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ' اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی امر و حکم کی

دعوت واشاعت کے لیے ہم نے تم پر یہ کتاب اتاری ہے۔ 'حُكْمًا عَرَبِيًّا' یہ اس کتاب کی حیثیت واضح فرمائی ہے کہ یہ حکم ہے یعنی ایک فیصلہ ناطق اور فرمان واجب الاذعان، اور عربی میں ہے اس لیے ان تمام لوگوں پر جن کی زبان عربی ہے یہ احسان بھی ہے اور اتمام حجت بھی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی درخواست اور التجا نہیں ہے بلکہ واجب الاطاعت فرمان ہے تمہارے لیے بھی اور اہل عرب کے لیے بھی۔ اگر اس کی تعمیل نہ کی گئی تو مہلت کی ایک مدت گزر جانے کے بعد ان سب لوگوں کو جو اس کی اطاعت سے انکار کریں گے، اسی انجام سے دوچار ہونا پڑے گا جس سے رسولوں کے مکذبین ومخالفین کو دوچار ہونا پڑا۔ یہ حقیقت ہم اس کے محل میں واضح کر چکے ہیں کہ رسول جس قوم کی طرف بھیجا جاتا ہے اس کے لیے وہ بمنزلہ عدالت الٰہی ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کے پاس کوئی درخواست لے کر نہیں بلکہ خدا کا فرمان لے کر آتا ہے جس کی تعمیل واجب اور جس کی نافرمانی مستوجب سزا ہوتی ہے۔

خطاب پیغمبر سے — 'وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ الاٰية'۔ 'اَهْوَاء' سے مراد، جیسا کہ ہم مختلف
عتاب مشرکین پر — مقامات میں واضح کر چکے ہیں، 'بدعتیں' ہیں اس لیے کہ بدعتوں کی بنیاد علم پر نہیں بلکہ خواہشوں ہی پر ہوتی ہے۔ یہاں خاص طور پر اہل عرب کی مشرکانہ بدعات کی طرف اشارہ ہے۔ 'اَلْعِلْمُ' سے مراد یہاں وہ صحیح علم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی شکل میں نازل ہوا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ اس فرمان عربی اور اس علم صحیح کے نازل ہو جانے کے بعد اگر تم نے ان مشرکوں کی مشرکانہ بدعات کی پیروی کی تو تم کو خدا کی پکڑ سے بچانے والا کوئی نہ بن سکے گا۔ اس آیت میں باعتبار الفاظ اگرچہ خطاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن اس میں جو عتاب ہے اس کا رخ تمام مشرکین کی طرف ہے۔ پیغمبر کو مخاطب کر کے یہ بات کہنے میں جو بلاغت ہے وہ یہ ہے کہ سننے والے اچھی طرح متنبہ ہو جائیں کہ اس حکم کی خلاف ورزی کر کے جب پیغمبر بھی خدا کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے تو تا بہ دیگراں چہ رسد!

۱۰۔ آگے کا مضمون —— آیات ۳۸-۴۳

خاتمۂ سورہ — آگے کی آیات خاتمۂ سورہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ ان مخالفین کے نت نئے اعتراضات اور مطالبۂ معجزات سے تم پریشان نہ ہو۔ تم اپنا کام کیے جاؤ اور مطالبۂ معجزات کے معاملے کو ہمارے اوپر چھوڑ دو۔ ان لوگوں کو نظر نہیں آرہا ہے لیکن غلبۂ حق کے آثار خود اس سرزمین میں بھی نمایاں ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ خدا کی بات شدنی ہے اور کوئی اس کے فیصلہ کو روک نہیں سکتا۔ جس طرح کی چالیں یہ چل رہے ہیں اس طرح کی چالیں چلنے والے پہلے بھی گزرے ہیں۔ خدا ان کی چالوں کے سارے تار و پود دیکھ رہا ہے اور عنقریب ان پر واضح ہو جائے گا کہ انجام کار کی کامیابی کس کو حاصل ہوتی ہے۔ اگر یہ تمھیں رسول نہیں مانتے تو کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ اور حاملین علم کتاب کی گواہی کافی ہے —— آیات کی تلاوت فرمائیے۔

آیات ۳۸-۴۳

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ
وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾
يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۖۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا
نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ
وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ
وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ
مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ
نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ
عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع ۶ ۱۲

ترجمہ آیات ۳۸-۴۳

اور ہم نے تم سے پہلے بھی رسول بھیجے اور ان کو بیویاں اور اولاد بھی عطا فرمائیں۔ اور کسی رسول کے اختیار میں یہ نہیں کہ وہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی نشانی لا سکے۔ ہر چیز کے لیے ایک وقت اور ہر وقت کے لیے ایک نوشتہ ہے۔ اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے۔ ۳۸-۳۹

اور جس چیز کی ہم ان کو دھمکی دے رہے ہیں اس کا کچھ حصہ یا تو ہم تم کو دکھا دیں گے یا ہم تم کو وفات دے دیں گے۔ پس تمہارے اوپر صرف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے، حساب کی ذمہ داری ہم پر ہے۔ کیا وہ یہ نہیں دیکھ رہے ہے کہ ہم سرزمین کی طرف اس کو اس کے اطراف سے کم کرتے ہوئے بڑھ رہے ہیں۔ فیصلہ اللہ کرتا ہے اور کوئی اس کے فیصلہ کو ٹالنے والا نہیں۔ اور وہ بہت جلد

حساب چکا دینے والا ہے۔ جو ان سے پہلے گزرے انھوں نے بھی چالیں چلیں لیکن چالیں سب
اللہ کے اختیار میں ہیں۔ ہر جان جو کچھ کرتی ہے اس کو وہ جانتا ہے اور یہ کافر جلد جان لیں گے کہ
دارِ آخرت کی کامیابی کس کے لیے ہے۔ ۴۰-۴۲

اور یہ کافر کہتے ہیں کہ تم خدا کے بھیجے ہوئے نہیں ہو۔ کہہ دو میرے اور تمھارے درمیان اللہ اور
وہ لوگ گواہی کے لیے کافی ہیں جن کے پاس کتاب کا علم ہے۔ ۴۳

۱۱- الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ
يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ (۳۸)

دو اعتراضوں کے جواب

اس آیت میں مخالفین کے دو اعتراضوں کے بغیر ان کو نقل کیے جواب دیے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ اللہ کے رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اگر اللہ کو کوئی رسول بھیجنا ہوتا تو کیا وہ ہمارے ہی جیسے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجتا؟ اس کے پاس فرشتوں کی اتنی بڑی فوج ہے آخر ان میں سے کسی کو اس منصب کے لیے اس نے کیوں نہ منتخب کیا؟ دوسرا یہ کہ یہ ہم کو دھمکی سنا رہے ہیں کہ اگر ہم نے ان کی بات نہ مانی تو ہم پر اللہ کا عذاب آجائے گا۔ اگر یہ اپنے اس دعوے میں سچے ہیں تو آخر یہ ہم کو کوئی ایسی نشانیٔ عذاب کیوں نہیں دکھاتے جس سے ہم پر بھی یہ واضح ہو جائے کہ فی الواقع اگر ہم نے ان کی بات نہ مانی تو ہم پر قہرِ الٰہی ٹوٹ پڑے گا۔

ان میں سے پہلے اعتراض کا جواب یہ دیا کہ تم دنیا میں پہلے رسول نہیں ہو، تم سے پہلے بہت سے رسول آچکے ہیں، وہ سب بشر ہی تھے ان میں کوئی بھی مافوق البشر نہیں تھا۔ سب بیوی بچے رکھتے تھے اور اسی طرح کھاتے پیتے تھے جس طرح تم کھاتے پیتے ہو۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ دیا کہ کوئی نشانی اور معجزہ دکھانا رسول کے اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ اس کا انحصار اللہ کے اذن اور اس کی حکمت پر ہے۔ اللہ نے ہر چیز کے لیے اپنی حکمت کے تحت ایک وقت مقرر کر رکھا ہے اور ہر مقررہ ساعت کے لیے ایک نوشتہ ہے۔

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ ښ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ (۳۹)

وَيُثْبِتُ یعنی يُثْبِتُ مَا يَشَاۗءُ۔

اس نوشتہ پر تمام تر اختیار اللہ ہی کا ہے۔ اس میں ہر محو و اثبات اور ہر اخراج و اندراج صرف اسی کی

حکمت و مشیت کے تحت ہوتا ہے کسی دوسرے کو اس میں کوئی دخل نہیں، اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے کسی دوسرے کی اس تک رسائی نہیں ہے۔

وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (۴۰)

عذاب کا وقت خدا کی مشیت و حکمت کے مطابق

یعنی جس عذاب کی ہم ان کو، تمہاری تکذیب کی صورت میں دھمکی سنا رہے ہیں، ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی نمونہ تمہاری زندگی ہی میں ہم دکھا دیں یا تم کو وفات دے دیں اور تمہاری وفات کے بعد ان کو اس کا مزہ چکھائیں۔ اس امر کا تمام تر انحصار ہماری مشیت و حکمت پر ہے۔ اس معاملے میں نہ تم کو کوئی دخل ہے اور نہ تمہیں اس کے لیے پریشان ہونا چاہیے۔ تم پر ذمہ داری صرف ان لوگوں کو ہماری بات پہنچا دینے کی ہے، ان سے مواخذہ و محاسبہ کرنا ہمارا کام ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ۚ وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۚ
وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ (۴۱)

الارض سے مراد مکہ ہے

دعوت اسلام کے تدریجی عروج میں نشانی

'الارض' سے مراد یہاں سرزمین مکہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو اسلام کے غلبہ اور خود ان کی اپنی ہزیمت کی کوئی نشانی ہی مطلوب ہے تو وہ اس امر واقعی کو کیوں نہیں دیکھتے کہ اسلام کی دعوت بالتدریج مکہ کے اطراف کو فتح کرتی ہوئی سرزمین مکہ کی طرف بڑھ رہی ہے اور وہ دن دور نہیں ہے جب وہ اس سرزمین کو بھی زیرنگین کرے گی۔ اسلام کے تدریجی عروج اور مکہ کے اطراف کے قبائل اور مدینہ میں اس کی اشاعت کو اللہ تعالیٰ نے مکہ کی طرف اپنے اقدام سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ تعبیر ایک حقیقت ہے۔ اسلام کی دعوت کا آغاز تو مکہ سے ہوا لیکن قریش پوری قوت اور ہر نوع کے ظلم و ستم سے اس کو دبا دینے پر تل گئے لیکن حق کی آواز دبتی نہیں۔ آہستہ آہستہ اطراف کے قبائل کے بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور مدینہ میں تو اس کو وہ فروغ ہوا کہ بالآخر اسی شہر کو اللہ تعالیٰ نے دار الہجرت ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ دعوت کے اس دور میں اہل کتاب میں سے بھی، جیسا کہ اوپر گزرا، اسلام کے حق میں کلمۂ خیر کہنے والے پیدا ہو گئے تھے۔ الغرض اسلام خود اپنے گھر میں تو اس دور میں مظلوم رہا لیکن باہر اس کو فروغ حاصل ہو رہا تھا اور قبیلے کے قبیلے قریش کی سیادت اور ان کے دین شرک سے نکل کر اسلام اور پیغمبر اسلام کی اطاعت میں داخل ہو رہے تھے۔ اسی صورت حال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر کفار کو کوئی نشانی ہی مطلوب ہے تو وہ اس نشانی پر کیوں نہیں غور کرتے۔

'لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ' یعنی اسلام کا یہ غلبہ ایک فیصلۂ الٰہی ہے، یہ ہو کے رہے گا اور کسی کی یہ طاقت نہیں کہ وہ اس قضائے مبرم کو ٹال سکے۔ اور مزید آنکہ اس میں اب زیادہ دیر نہیں ہے۔ جلد وہ وقت آ رہا ہے جب یہ سارا حساب چکا دیا جائے گا۔

بعینہٖ یہی مضمون سورۂ انبیاء میں بھی بیان ہوا ہے۔ اس آیت کو بھی سامنے رکھ لیجیے۔ قریش کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے ارشاد ہوا۔

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (الانبیاء۔ ۴۴)	بلکہ ہوا یہ کہ ہم نے ان کو اور ان کے آباؤ اجداد کو بھی اپنی نعمتوں سے بہرہ مند کیا یہاں تک کہ اسی حال میں ان پر ایک طویل مدت گزر گئی (اس وجہ سے یہ اس گھمنڈ میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ یہ اسی طرح ہمیشہ غالب و سربلند رہیں گے) کیا وہ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم ان کی سرزمین کی طرف اس کو اس کے اطراف سے کم کرتے ہوئے بڑھ رہے ہیں (تو کیا یہ علامت اس بات کی ہے کہ) وہی غالب رہنے والے ہیں۔

غالباً اسی آیت کی بنا پر بعض لوگوں نے اس سورہ کو مدنی قرار دیا ہے۔ ان کا ذہن اس طرف گیا کہ اسلام کی دعوتی فتوحات
نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا سے اشارہ مسلمانوں کی جہادی فتوحات کی طرف ہے اور جہادی فتوحات کا تعلق چونکہ مدنی دور ہی سے ہے اس وجہ سے یہ سورہ ان کے نزدیک مدنی ہوئی۔ لیکن ہمارے نزدیک اس سے اشارہ اسلام کی دعوتی فتوحات کی طرف ہے۔ پھر اوپر آپ نے دیکھا کہ بعینہٖ یہی آیت، تھوڑے سے تغیر الفاظ کے ساتھ، سورۂ انبیاء میں بھی ہے جو بالاتفاق مکی ہے۔ البتہ ان الفاظ سے یہ بات ضرور نکلتی ہے کہ یہ سورہ مکی زندگی کے اس دور سے تعلق رکھتی ہے جب مکہ کے اطراف کے قبائل اور مدینہ میں اسلام کی دعوت زور پکڑ رہی تھی اور قریش کی سیادت کی چولیں ڈھیلی ہو رہی تھیں بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کمزور مسلمانوں پر ان کے مظالم نے ان کی اخلاقی ساکھ مکہ سے باہر والوں کی نظر میں بالکل ہی گرا دی تھی۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ (۴۲)

اب یہ فرمایا کہ جس قسم کی چالیں اسلام اور پیغمبر کے خلاف یہ چل رہے ہیں اسی قسم کی چالیں ان سے پہلے کی قومیں اپنے اپنے پیغمبروں کے خلاف چل کے اس کا انجام دیکھ چکی ہیں۔ یہ بھی وہی انجام دیکھنے والے ہیں۔ ساری چالیں خدا کے اختیار میں ہیں، ہر جان جو کچھ کرتی ہے اللہ اس سے پوری طرح باخبر رہتا ہے۔ کوئی چیز بھی اس کے اختیار اور علم سے باہر نہیں۔

وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ یعنی دنیا میں تو ان کا جو انجام ہونا ہے وہ اوپر کی آیات میں بتا دیا گیا۔ آخرت میں جو انجام سامنے آنے والا ہے وہ بھی جلد جان لیں گے کہ آخرت کی فیروزمندی کس کو حاصل ہوتی ہے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (۴۳)

یعنی یہ سارے دلائل و شواہد سننے اور دیکھنے کے باوجود اگر یہ کفار یہی کہتے ہیں کہ تم فرستادۂ خدا نہیں ہو تو ان سے مزید بحث کی ضرورت نہیں۔ ان سے کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا کی گواہی کافی ہے اور ان لوگوں کی جو کتاب الٰہی کے علم کے سچے حامل ہیں۔ یہ اشارہ اہل کتاب میں سے ان علماء کی طرف ہے جن کا ذکر اوپر آیت ۳۶ میں گزرا۔

اس سورہ کی تفسیر میں یہ آخری سطریں ہیں جو اس بے مایہ کے قلم سے حوالۂ قرطاس ہوئیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔